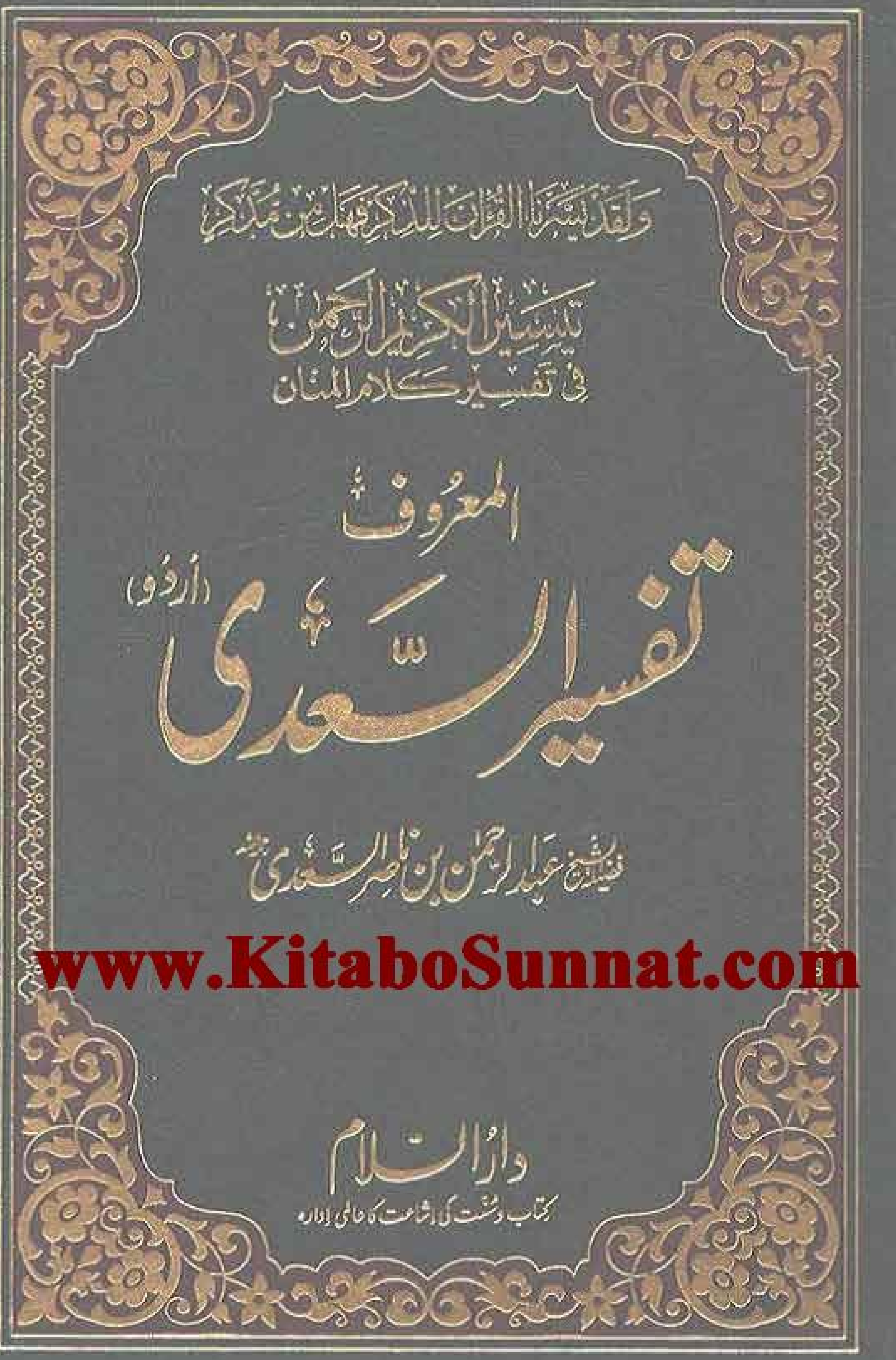

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن
فی تفسیر کلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

تفسیر الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

دارُالسّلام

کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاہور

لندن * ہیوسٹن * نیویارک

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس: 4614483

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)

فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com

② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن

فی تفسیر کلام المنّان

(اردو ترجمہ)

پارة نمبر چوبیس 24

مفسر قرآن: فضیلۃ الشیخ **عبدالرحمان بن ناصر السعدی** رحمہ اللہ

تحقیق: عبدالرحمان بن معلا اللویحق حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ
يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روز قیامت) فرمائیں گے :
"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ
بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر چوبیس 24

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۳۹	سورة الزمر (جاری)	2338	۲۳ - ۲۴
۴۰	سورة المؤمن	2362	۲۴
۴۱	سورة حٰمٓ السجدة	2406	۲۴ - ۲۵

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى

پس کون زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے جھوٹ بولا او پر اللہ کے اور جھٹلایا سچائی کو جب آئی وہ اسکے پاس' کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانا

لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا

کافروں کیلئے؟ ○ اور وہ جو آیا ساتھ سچائی کے اور جس نے تصدیق کی اس کی' یہی لوگ ہیں متقی ○ ان کے لئے ہے جو

يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ

وہ چاہیں گے ان کے رب کے پاس' یہی ہے بدلہ نیکی کرنے والوں کا ○ تاکہ دور کر دے اللہ ان سے برائی' وہ جو

عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

انہوں نے کی اور دے ان کو اجر ان کا بدلے میں نیکی کے جو تھے وہ کرتے ○

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے اور خبردار کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ﴿مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا'' یا تو کسی ایسی چیز کو اس کی طرف منسوب کیا جو اس کے جلال کے لائق نہیں یا اس نے نبوت کا دعویٰ کیا یا اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دی کہ وہ یوں کہتا ہے یا یوں خبر دیتا ہے یا اس طرح کا حکم دیتا ہے' جبکہ اس نے جھوٹ کہا ہے۔ اگر کسی نے جہالت کی بنا پر ایسی بات کہی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے تحت آتا ہے: ﴿وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (الأعراف: ۳۳/۷) ''اور (اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام ٹھہرادیا) یہ کہ تم اللہ کے بارے میں کوئی ایسی بات کہو جسے تم نہیں جانتے۔'' ورنہ یہ بدترین بات ہے۔

﴿وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ﴾ یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جس کے پاس حق آیا' واضح دلائل جس کی تائید کرتے تھے مگر اس نے حق کی تکذیب کی۔ اس کی تکذیب بہت بڑا ظلم ہے کیونکہ حق واضح ہو جانے کے بعد اس نے حق کو رد کیا۔ اگر اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے اور حق کی تکذیب کو جمع کیا تو یہ ظلم در ظلم ہے۔

﴿اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ ''کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں؟'' جہنم کے عذاب میں مبتلا کر کے ان سے بدلہ لیا جائے گا اور ہر ظالم اور کافر سے اللہ تعالیٰ کا حق وصول کیا جائے گا۔ ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (لقمٰن: ۱۳/۳۱) ''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جھوٹے اور جھٹلانے والے کا جرم اور اس کی سزا کا ذکر کرنے کے بعد' صاحب صدق اور حق کی تصدیق کرنے والے اور اس کے ثواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ﴾ ''اور جو شخص سچی بات لے کر آئے۔'' یعنی جو اپنے قول و عمل میں صدق کا حامل ہے۔ اس آیت کریمہ میں انبیاء ﷷ اور ان کے متبعین داخل ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی خبروں اور احکام کی تصدیق کی اور خصائلِ صدق کو اپنایا۔

﴿وَصَدَّقَ بِهٖۤ﴾ یعنی صدق (حق بات) کی تصدیق کی۔ انسان کبھی کبھی صاحب صدق تو ہوتا ہے' مگر وہ

صدق کی تصدیق نہیں کرتا اس کا سبب کبھی تو اس کا متکبر ہونا ہوتا ہے اور کبھی اس کا سبب وہ حقارت ہوتی ہے جو وہ صدق لانے والے کے لیے اپنے اندر رکھتا ہے، اس لیے مدح میں صدق اور تصدیق دونوں لازم ہیں۔ پس اس کا صدق اس کے علم اور عدل پر دلالت کرتا ہے اور اس کی تصدیق اس کے تواضع اور عدم تکبر پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿اُولٰٓئِكَ﴾ یعنی وہ لوگ جنھیں ان دونوں امور کو جمع کرنے کی توفیق سے نوازا گیا ﴿هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ ''وہی متقی ہیں'' کیونکہ تقویٰ کے تمام خصائل واوصاف صدق اور تصدیق حق کی طرف لوٹتے ہیں۔

﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ''وہ جو چاہیں گے ان کے لیے ان کے رب کے پاس ہے۔'' ان کے لیے ان کے رب کے پاس ایسا ثواب ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے حاشیۂ خیال میں اس کا کبھی گزر ہوا ہے۔ لذات وخواہشات میں سے جس چیز کا بھی ارادہ کریں گے وہ ان کو حاصل ہوگی اور ان کو مہیا کر دی جائے گی۔ ﴿ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''نیکوکاروں کا یہی صلہ ہے۔'' یہ وہ لوگ ہیں جو اس کیفیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں گویا کہ وہ اسے دیکھ رہے ہیں اگر ان میں یہ کیفیت نہ ہو تو انھیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں دیکھ رہا ہے۔ ﴿الْمُحْسِنِيْنَ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں۔

﴿لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''تا کہ اللہ ان سے برائیوں کو جو انھوں نے کیں دور کرے اور نیک کاموں کا جو وہ کرتے رہے بہتر بدلہ دے۔'' انسانی عمل کے تین احوال ہیں: اول: بدترین عمل۔ دوم: بہترین عمل۔ سوم: نہ برا نہ اچھا۔

یہ آخری قسم مباحات کے زمرے میں آتی ہے، جن پر کوئی ثواب وعقاب مترتب نہیں ہوتا۔ بدترین اعمال سب معاصی اور نافرمانیاں اور بہترین اعمال سب نیکیاں ہیں۔ اس تفصیل سے آیت کریمہ کا معنی واضح ہو جاتا ہے۔ فرمایا: ﴿لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا﴾ یعنی ان کے تقویٰ اور احسان کے سبب سے ان کے صغیرہ گناہوں کو مٹا دے گا۔ ﴿وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ یعنی انکی نیکیوں اور تقویٰ کے سبب سے ان کو انکی تمام نیکیوں کا اجر ملے گا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (النسآء: ٤/ ٤٠) ''اللہ کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا۔ اگر نیکی ہو تو وہ اسے دوگنا کر دیتا ہے اور اسے اپنی طرف سے بہت بڑا اجر عطا کرتا ہے۔''

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

کیا نہیں ہے اللہ کافی اپنے بندے کو؟ اور وہ ڈراتے ہیں آپکو ان لوگوں سے جو اسکے سوا ہیں، اور جس کو گمراہ کر دے اللہ تو نہیں ہے اسکو

مِنْ هَادٍ ۚ ﴿٣٦﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿٣٧﴾

کوئی ہدایت دینے والا ○ اور جس کو ہدایت دے اللہ تو نہیں ہے اسے کوئی گمراہ کرنے والا، کیا نہیں ہے اللہ غالب انتقام لینے والا؟ ○

﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ﴾ ”کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔“ یعنی کیا یہ اللہ کا اپنے اس بندے پر جود و کرم اور اس کی عنایت نہیں جو اس کی عبودیت پر قائم ہے‘ اس کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کرتا ہے۔ خاص طور پر وہ بندہ جو تمام مخلوق میں عبودیت کے کامل ترین مرتبے پر فائز ہے‘ یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام دینی اور دنیاوی امور میں ان کے لیے کافی ہوگا اور جو کوئی آپ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے آپ کی مدافعت کرے گا۔ ﴿ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ﴾ یعنی وہ آپ کو بتوں اور خود ساختہ معبودوں سے ڈراتے ہیں کہ آپ پر ان کی مار پڑے گی‘ یہ ان کی گمراہی ہے ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ○ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ﴾ ”اور اللہ جسے گمراہی میں مبتلا کر دے تو کوئی اسے راستہ نہیں دکھا سکتا اور جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں“ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے ہاتھ میں ہدایت اور گمراہی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے جو نہیں چاہتا وہ کبھی نہیں ہو سکتا ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ﴾ ”کیا اللہ غالب نہیں؟“ یعنی وہ کامل قہر اور غلبے کا مالک ہے جس کے ذریعے سے وہ ہر چیز پر غالب ہے اسی غلبہ و قہر کی بنا پر وہ اپنے بندے کے لیے کافی ہے اور اس سے انکی سازشوں اور مکر و فریب کو دور کرتا ہے۔ ﴿ ذِي انْتِقَامٍ ﴾ جو کوئی اسکی نافرمانی کرتا ہے وہ اس سے انتقام لیتا ہے‘ اس لیے ان تمام امور سے بچو جو اسکی ناراضی کے موجب ہیں۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ

اور البتہ اگر آپ پوچھیں ان سے کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو؟ تو ضرور رہ کہیں گے وہ: اللہ نے‘ کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو‘ جن کو تم پکارتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ

اللہ کے سوا اگر ارادہ کرے میرے حق میں اللہ تکلیف کا‘ تو کیا وہ دور کر سکتے ہیں اسکی تکلیف کو؟ یا وہ ارادہ کرے میرے حق میں مہربانی کا تو کیا

هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (٣٨)

وہ روک سکتے ہیں اس کی مہربانی کو؟ کہہ دیجیے: کافی ہے مجھے اللہ‘ اسی پر بھروسا کرتے ہیں بھروسا کرنے والے ○

یعنی اگر آپ ان گمراہ لوگوں سے پوچھیں‘ جو آپ کو اللہ کے سوا خود ساختہ معبودوں سے ڈراتے ہیں جبکہ آپ نے ان کے خلاف انہی کے نفسوں سے دلیل قائم کی ہے‘ اور ان سے کہیں: ﴿ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾ ”آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟“ تو یہ مشرکین اس بات کو ثابت کرنے سے قاصر رہیں گے کہ ان کی تخلیق میں ان کے معبودوں کا کچھ حصہ ہے۔ ﴿ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾ وہ ضرور کہیں گے کہ اس کائنات کو اکیلے اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے۔ ﴿ قُلْ ﴾ اللہ تعالیٰ کی قدرت واضح ہونے کے بعد ان کے معبودوں کی بے بسی ثابت کرتے ہوئے کہہ دیجیے: ﴿ اَفَرَءَيْتُمْ ﴾ مجھے بتاؤ ﴿ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ ﴾ ”جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھے (کسی بھی قسم کا) نقصان دینا چاہے“ ﴿ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ ﴾ ”کیا وہ اس کی تکلیف

کو دور کر سکتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پہنچائے ہوئے ضرر کا مکمل ازالہ یا ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل کر کے اس ضرر میں کوئی تخفیف کر سکتے ہیں؟

﴿ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ ﴾ یا وہ میرے ساتھ رحمت و فضل کا معاملہ کرنا چاہے جس کے ذریعے سے وہ مجھے کوئی دینی یا دنیاوی منفعت عطا کرے ﴿ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ﴾ کیا وہ خود ساختہ معبود اس رحمت کو مجھ تک پہنچنے سے روک سکتے ہیں؟ یقیناً وہ یہی جواب دیں گے کہ ان کے معبود کسی نقصان کو دور کر سکتے ہیں نہ اللہ کی رحمت کو روک سکتے ہیں۔ قطعی دلیل کے واضح ہو جانے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی معبود برحق ہے وہی تمام کائنات کا خالق ہے' نفع و نقصان صرف اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اس کے سوا دیگر معبودانِ باطل ہر لحاظ سے کچھ پیدا کرنے اور کوئی نقصان پہنچانے سے عاجز ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی کفایت کے حصول اور ان مشرکین کے مکر و فریب سے بچنے کی دعا کرتے ہوئے کہہ دیجیے: ﴿ حَسْبِیَ اللّٰهُ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ یعنی اپنے مصالح کے حصول اور دفع ضرر کے لیے بھروسا کرنے والے اسی پر بھروسا کرتے ہیں۔ وہ ہستی جو کلی کفایت کی مالک ہے' میرے لیے کافی ہے وہ میرے اہم اور غیر اہم امور میں مجھے کفایت کرے گی۔

قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ مَنْ یَّاْتِیْهِ

کہہ دیجیے: اے میری قوم! عمل کرو تم اپنی جگہ پر بیشک میں (بھی) عمل کرنے والا ہوں پس عنقریب تم جان لوگے○ کون ہے کہ آتا ہے اس کے پاس

عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿٤٠﴾

عذاب جو رسوا کر دے اس کو اور اترتا ہے اس پر عذاب ہمیشہ دائمی رہنے والا○

﴿ قُلْ ﴾ ''(اے رسول! ان سے) کہہ دیجیے: ﴿ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ ﴾ ''اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ'' یعنی تم اسی حالت میں عمل کرتے رہو جس پر تم اپنے لیے راضی ہو' یعنی ان ہستیوں کی عبادت کرتے رہو جو عبادت کی مستحق ہیں نہ انھیں کسی چیز کا کوئی اختیار ہے۔ ﴿ اِنِّیْ عَامِلٌ ﴾ اور میں تمھیں اکیلے اللہ تعالیٰ کے لیے دین کو خالص کرنے کی دعوت دیتا رہوں گا۔ ﴿ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''تمھیں عنقریب معلوم ہو جائے گا'' کہ کس کا انجام اچھا ہے۔ ﴿ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ ﴾ ''اور کس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا؟'' یعنی دنیا میں ﴿ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ ﴾ ''اور نازل ہوگا اس پر'' یعنی آخرت میں ﴿ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴾ ''ہمیشہ کا عذاب۔'' آخرت میں اس کو ہمیشہ قائم رہنے والے عذاب میں ڈالا جائے گا' یہ عذاب اس سے ہٹایا جائے گا نہ یہ ختم ہوگا۔ یہ مشرکین کے لیے سخت تہدید ہے۔ انھیں بھی معلوم ہے کہ وہ دائمی عذاب کے مستحق ہیں' مگر ظلم اور عناد ان کے اور ان کے ایمان کے درمیان حائل ہو گیا ہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا

بلاشبہ نازل کی ہم نے آپ پر کتاب لوگوں کے لیے ساتھ حق کے' پس جس نے ہدایت پائی' تو اپنے ہی لئے اور جو گمراہ ہوا تو

يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿٤١﴾

وہ گمراہ ہوتا ہے اپنے ہی نقصان کو اور نہیں ہیں آپ ان پر کوئی ذمے دار ○

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنے رسول ﷺ پر کتاب نازل فرمائی جو اپنی خبر اور اپنے اوامر و نواہی میں حق پر مشتمل ہے، جو ہدایت کی اصل بنیاد اور ہر اس شخص کے لیے پیغام ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس اور اسکے اکرام و تکریم کے گھر پہنچنا چاہتا ہے، نیز اس کتاب کے ذریعے سے تمام جہانوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو گئی ہے۔

﴿ فَمَنِ اهْتَدٰى ﴾ پس جس نے اس کی روشنی سے راہنمائی حاصل کی اور اس کے احکامات کی پیروی کی ﴿ فَلِنَفْسِهٖ ﴾ تو اس کا فائدہ اسی کی طرف لوٹے گا ﴿ وَمَنْ ضَلَّ ﴾ اور جو ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی گمراہ ہوا ﴿ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ﴾ "تو وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے" اور وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا ﴿ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴾ "اور آپ ان پر نگران نہیں ہیں" کہ آپ ان کے اعمال پر نگاہ رکھیں، ان پر ان کا محاسبہ کریں اور جس کام پر چاہیں ان کو مجبور کریں۔ آپ تو صرف پہنچا دینے والے ہیں اور آپ وہ چیز ان تک پہنچا دیتے ہیں جسے پہنچا دینے کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ

اللہ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو وقت انکی موت کے، اور جو نہیں مریں (انھیں بھی قبض کرتا ہے) انکی نیند میں، پس وہ روک لیتا ہے

الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ

اس (روح) کو کہ فیصلہ کر دیا اس نے اس پر موت کا اور بھیج دیتا ہے دوسری کو ایک وقت مقرر تک

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾

بلاشبہ اس میں البتہ نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو غور و فکر کرتی ہے ○

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ اکیلا ہی بندوں پر، ان کی نیند اور بیداری میں، ان کی زندگی اور موت میں تصرف کرتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا ﴾ "اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے۔" یہ وفاتِ کبریٰ، موت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خبر دینا کہ وہ وفات دیتا ہے اور فعل کی اپنی طرف اضافت کرنا، اس بات کے منافی نہیں کہ اس نے اس کام کے لیے ایک فرشتہ اور اس کے کچھ اعوان و مددگار مقرر کر رکھے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ﴾ (السجدة: ١١/٣٢) "کہہ دیجیے کہ موت کا فرشتہ تمھیں وفات دیتا ہے جو تمھارے لیے مقرر کیا گیا ہے" نیز فرمایا: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴾ (الانعام: ٦١/٦) "حتی کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔" اللہ تعالیٰ نے تمام امور کی

اضافت اس اعتبار سے اپنی طرف کی ہے کہ وہی خالق اور تدبیر کرنے والا ہے اور ان امور کو اس اعتبار سے ان کے اسباب کی طرف مضاف کرتا ہے کہ اس کی سنت اور حکمت ہے کہ اس نے ہر کام کا کوئی سبب مقرر فرمایا ہے۔

﴿وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا﴾ ''اور اس جان کو بھی (عارضی وفات دیتا ہے) جو اپنی نیند میں نہیں مرتی۔'' اور یہ موت صغریٰ ہے یعنی وہ اس نفس کو روک رکھتا ہے جو نیند کے دوران حقیقی موت سے ہم کنار نہیں ہوتا ﴿فَیُمْسِكُ﴾ پھر ان دو نفسوں میں سے اس نفس کو روک رکھتا ہے ﴿الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ﴾ ''جس کے بارے موت کا فیصلہ کر دیتا ہے۔'' اس سے مراد وہ نفس ہے جس پر حقیقی موت وارد ہوتی ہے یا نیند کے دوران اس پر موت آتی ہے۔ ﴿وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ ''اور دوسرے نفس کو ایک مقررہ وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے'' یعنی اس کے رزق اور مدت کی تکمیل تک کے لیے۔ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو (اس کے کامل اقتدار' مرنے کے بعد اس کی دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت پر) غور و فکر کرتے ہیں۔''

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ روح اور نفس ایک جسم ہے اور بنفسہ قائم ہے۔ اس کا جوہر بدن کے جوہر سے مختلف ہے۔ یہ بھی مخلوق ہے' اللہ تعالیٰ کے دست تدبیر کے تحت ہے' وفات دینے' روک لینے اور چھوڑ دینے میں اللہ تعالیٰ کا اس پر تصرف ہے۔ زندوں کی اور مردوں کی ارواح عالم برزخ میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں وہ اکٹھی ہو کر آپس میں باتیں کرتی ہیں' پس اللہ زندوں کی ارواح کو چھوڑ دیتا ہے اور مردوں کی روحوں کو روک لیتا ہے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا

کیا بنائے ہیں انہوں نے اللہ کے سوا سفارشی' کہہ دیجیے: اگرچہ ہوں وہ نہ اختیار رکھتے کسی چیز کا اور نہ

یَعْقِلُوْنَ ﴿٤٣﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

عقل رکھتے (ہوں) ○ کہہ دیجیے: اللہ ہی کے لیے ہے سفارش سب' اسی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی'

ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٤٤﴾

پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○

اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر سخت نکیر کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو سفارشی بناتے ہیں' ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں' ان سے مانگتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔ ﴿قُلْ﴾ ان کی جہالت اور ان کے خود ساختہ معبودوں کے عبادت کے مستحق نہ ہونے کو واضح کرتے ہوئے کہہ دیجیے: ﴿اَوَلَوْ كَانُوْا﴾ ''خواہ وہ'' یعنی جن کو تم نے اپنا سفارشی بنا رکھا ہے ﴿لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْـًٔا﴾ زمین اور آسمان میں' چھوٹی یا بڑی' کسی ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہ ہوں' بلکہ ﴿وَلَا یَعْقِلُوْنَ﴾ ان میں عقل ہی نہیں کہ وہ مدح کے مستحق ہوں کیونکہ یہ جمادات' پتھر' درخت

بت یا مرے ہوئے لوگ ہیں۔ کیا اس شخص میں، جس نے ان کو اپنا معبود بنایا ہے، کوئی عقل ہے؟ یا وہ دنیا کا گمراہ ترین، جاہل ترین اور سب سے بڑا ظالم ہے؟

﴿قُلْ﴾ آپ ان مشرکین سے کہہ دیجیے: ﴿لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا﴾ ''سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے'' کیونکہ تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں۔ ہر سفارش کرنے والا اللہ سے ڈرتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس، اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر رحم کرنا چاہتا ہے تو معزز سفارشی کو اپنے ہاں سفارش کرنے کی اجازت عطا کر دیتا ہے۔ یہ اس کی طرف سے ان دونوں پر رحمت ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے متحقق فرمایا کہ شفاعت تمام تر اسی کا اختیار ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی حکومت اسی کے لیے ہے'' یعنی ان میں ذوات، افعال اور صفات جو کچھ بھی ہیں سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں، لہٰذا واجب ہے کہ سفارش اسی سے طلب کی جائے جو اس کا مالک ہے اور اسی کے لیے عبادات کو خالص کیا جائے ﴿ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' اور وہ صاحب اخلاص کو ثواب جزیل عطا کرے گا اور جس نے شرک کیا اسے دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ

اور جب ذکر کیا جاتا ہے اللہ اکیلے کا تو (توحید الٰہی سے) نفرت کرتے (تنگ پڑ جاتے) ہیں دل انکے جو نہیں ایمان رکھتے آخرت پر اور جب ذکر کیا جاتا ہے

الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ان (معبودوں) کا جو اس کے سوا ہیں تو اس وقت وہ بڑے خوش ہوتے ہیں ○ کہہ دیجیے: اے اللہ! پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے،

عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

جاننے والے چھپے اور ظاہر کے! تو ہی فیصلہ کرے گا درمیان اپنے بندوں کے ان باتوں میں کہ تھے وہ ان میں اختلاف کرتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کے حال اور ان کے شرک کے تقاضے کا ذکر کرتا ہے۔ ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ﴾ ''جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے'' یعنی جب اس کی توحید کا ذکر کیا جاتا ہے، دین کو صرف اسی کے لیے خالص کر کے عمل کرنے اور اس کے سوا دیگر معبودوں کو چھوڑنے کے لیے کہا جاتا ہے جن کی وہ عبادت کرتے ہیں، تو وہ منقبض ہو جاتے ہیں، نفرت کرتے ہیں اور شدید ناگواری کا اظہار کرتے ہیں۔ ﴿وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ﴾ اور جب اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں اور خود ساختہ معبودوں کا ذکر کیا جاتا ہے اور دعوت دینے والا ان کی عبادت اور ان کی مدح کی دعوت دیتا ہے ﴿اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ تو وہ اپنے معبودوں کا ذکر سن کر فرحت اور خوشی سے کھل اٹھتے ہیں کیونکہ شرک ان کی خواہشات نفس کے موافق ہے ان کی یہ حالت بدترین حالت ہے مگر ان سے روز جزا تک کے لیے مہلت کا وعدہ کیا گیا ہے، اس لیے اس دن ان سے حق وصول کیا جائے گا اور اس دن دیکھا جائے گا

کہ آیا ان کے معبودان کو کوئی فائدہ دے سکتے ہیں جن کی یہ لوگ عبادت کیا کرتے ہیں؟

اسی لیے فرمایا: ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ یعنی کہہ دیجیے: اے اللہ! زمین و آسمان کو پیدا کرنے اور انکی تدبیر کرنے والے ﴿عٰلِمَ الْغَيْبِ﴾ اور ان تمام امور کو جاننے والے جو ہماری آنکھوں اور ہمارے علم سے غائب ہیں ﴿وَالشَّهَادَةِ﴾ اور جن کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں ﴿اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ”تو ہی اپنے بندوں میں ان باتوں کا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، فیصلہ کرے گا۔“ سب سے بڑا اختلاف موحد و مخلص بندوں، جو کہتے ہیں کہ ان کا موقف حق ہے اور آخرت میں صرف انہی کے لیے بھلائی ہے، اور مشرکین کے درمیان ہے جنھوں نے تجھے چھوڑ کر بتوں اور دوسری ہستیوں کو اپنا معبود بنالیا اور ان ہستیوں کو تیرے برابر ٹھہرایا جو کسی طرح بھی برابر نہیں ہیں۔ وہ تجھے انتہائی حد تک ناقص قرار دیتے ہیں جب ان کے خود ساختہ معبودوں کا ذکر ہوتا ہے تو خوشی سے کھل اٹھتے ہیں اور جب تیرا ذکر ہوتا ہے تو وہ نہایت کراہت سے منقبض ہو جاتے ہیں بایں ہمہ ان کو زعم ہے کہ وہ حق پر ہیں اور دوسرے باطل پر ہیں اور وہ آخرت میں بھلائی سے بہرہ مند ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ (الحج: ۱۷/۲۲) ”بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو یہودی، عیسائی، صابی اور مجوسی ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے شرک کیا، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔“

اس کے بعد آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فیصلے سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ (الحج: ۱۹/۲۲-۲۳) ”یہ جھگڑے کے دو فریق ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا۔ پس ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان کو آگ کے کپڑے پہنائے جائیں گے اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا جس سے ان کی کھالیں اور پیٹ کے اندر تک کے حصے گل جائیں گے اور ان کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے جب بھی وہ غم کے مارے جہنم سے نکلنا چاہیں گے تو اسی میں لوٹا دیے جائیں گے (اور انھیں کہا جائے گا:) اب جلا دینے والے عذاب کا مزا چکھو۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ انھیں اس میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے

جائیں گے اور وہاں ان کے لباس ریشم کے ہوں گے۔‘‘

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ (الانعام: ٦/ ٨٢) ’’وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہ کیا، وہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے (مکمل) امن ہے اور وہی راہ راست پر ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ﴾ (المائدۃ: ٥/ ٧٢) ’’جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو بلاشبہ اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے عمومِ تخلیق، عمومِ علم اور بندوں کے درمیان عمومِ حکم کا بیان ہے تمام مخلوقات اسکی قدرت سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کا علم ہر شے کو محیط ہے اور دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا اور انھیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ بندوں کے اچھے برے اعمال اور انکی جزا و سزا اور اس کی تخلیق اس کے علم پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ﴾ (ملك: ٦٧/ ١٤) ’’کیا وہ نہیں جانتا جس نے (انھیں) پیدا کیا ہے؟‘‘

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ

اور اگر بلاشبہ ہو ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا جو کچھ زمین میں ہے سب اور اسکی مثل اس کے ساتھ (اور بھی) تو وہ البتہ فدیے میں دے دیں اسے برے

الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ㊼

عذاب سے قیامت کے دن، اور ظاہر ہو جائے گا ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ (عذاب) جس کا نہیں تھے وہ گمان کرتے ○

وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ㊽

اور ظاہر ہو جائیں گی ان کیلئے برائیاں ان (عملوں) کی جو انہوں نے کمائے ہوں گے اور گھیر لے گا انکو وہ (عذاب) کہ تھے وہ جسکے ساتھ ٹھٹھا کرتے ○

اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کرنے کے بعد کہ وہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا، مشرکین کے قول اور اس کی قباحت کا ذکر کیا۔ گویا نفوس اس انتظار میں ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ان کیلئے ﴿ سُوْٓءِ الْعَذَابِ ﴾ سخت ترین اور بدترین عذاب ہے۔ جس طرح وہ سخت ترین اور بدترین کفر کی باتیں کیا کرتے تھے۔ فرض کیا زمین کا تمام سونا، چاندی، جواہرات، اس کے تمام حیوانات، اس کے تمام درخت اور کھیتیاں، اس کے تمام برتن اور اثاثے اور اتنا ہی سب کچھ اور ان کی ملکیت ہو اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے خرچ کریں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ ان میں سے کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے لیے کام نہیں آسکے گا ﴿ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴾ (الشعراء: ٢٦/ ٨٨، ٨٩) ’’اس روز مال فائدہ دے گا نہ بیٹے، سوائے اس کے جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔‘‘ ﴿ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ﴾

''اور ان پر اللہ کی طرف سے وہ امر ظاہر ہو جائے گا جس کا انھیں خیال بھی نہ تھا۔'' یعنی اس بہت بڑی ناراضی کا تو انھیں گمان تک نہ تھا وہ تو اپنے بارے میں اس کے برعکس فیصلے کرتے رہے تھے۔

﴿ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ﴾ یعنی ان کے کرتوتوں کے سبب ان پر وہ امور ظاہر ہوں گے جو ان کو بہت برے لگیں گے ﴿ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ اور وہ عذاب اور وعید جن کا یہ تمسخر اڑایا کرتے تھے وہ ان پر آنازل ہوگی۔

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ز ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا لا قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ

پس جب پہنچتی ہے انسان کو کوئی تکلیف تو پکارتا ہے ہمیں پھر جب عطا کر دیتے ہیں ہم اسکو کوئی نعمت اپنی طرف سے تو کہتا ہے بلاشبہ دیا گیا ہوں میں یہ

عَلٰى عِلْمٍ ط بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (۴۹) قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

(اپنے) علم کی بدولت (نہیں) بلکہ وہ تو ایک آزمائش ہے اور لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے ○ تحقیق کہی یہی بات ان لوگوں نے جو ہوئے ان سے پہلے

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۵۰) فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ط وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

پس نہ کام آیا انکے وہ جو تھے وہ کماتے ○ پس پہنچیں انکو برائیاں ان (عملوں) کی جو انہوں نے کمائے اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا

مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا لا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (۵۱) اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا

ان میں سے عنقریب پہنچیں گی انکو برائیاں ان (عملوں) کی جو انہوں نے کمائے ہوں گے اور نہیں ہیں وہ عاجز کرنیوالے ○ کیا نہیں جانا انہوں نے کہ

اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۵۲) ع ۵ ۱۱

بلاشبہ اللہ ہی کشادہ کرتا ہے رزق جس کیلئے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے بے شک اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ انسان کے حال اور اس کی فطرت کے بارے میں آگاہ کرتا ہے کہ جب اسے کوئی بیماری، شدت یا تکلیف پہنچتی ہے ﴿ دَعَانَا ﴾ تو وہ اس نازل ہونے والی مصیبت کو دور کرنے کے لیے گڑگڑا کر ہمیں پکارتا ہے۔ ﴿ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ﴾ ''پھر جب ہم اسے اپنی نعمت عطا کر دیتے ہیں'' یعنی جب ہم اس کی تکلیف کو دور اور اس کی مشقت کو زائل کر دیتے ہیں تو وہ اپنے رب کی ناسپاسی اور اس کے احسان کا اعتراف کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور ﴿ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ﴾ ''کہتا ہے: مجھے تو یہ سب کچھ علم کے سبب دیا گیا ہے'' یعنی اللہ کی طرف سے علم کی بنا پر حاصل ہوا ہے اور میں اس کا اہل اور اس کا مستحق ہوں کیونکہ میں اس کے ہاں بہت برگزیدہ ہوں یا اس کا معنی یہ ہے کہ یہ سب کچھ مجھے مختلف طریقوں سے حاصل کیے گئے میرے علم کے سبب سے مجھے عطا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ ﴾ ''بلکہ یہ ایک فتنہ ہے'' جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ کون اس کا شکر گزار ہے اور کون اس کی ناشکری کرتا ہے۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے'' اس لیے وہ فتنہ اور آزمائش کو اللہ تعالیٰ کی نوازش سمجھتے ہیں،

ان کے سامنے خالص بھلائی اس چیز کے ساتھ مشتبہ ہو جاتی ہے جو بھلائی یا برائی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ یعنی ان سے پہلے لوگ بھی یہی کہتے تھے، یعنی ان کا یہ مقولہ ﴿اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ﴾ اہل تکذیب کے ہاں ہمیشہ سے متوارث چلا آ رہا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اقرار کرتے ہیں نہ اس کا کوئی حق سمجھتے ہیں۔ گزشتہ لوگوں کی یہی عادت رہی یہاں تک کہ ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ ﴿فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ چنانچہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے پکڑا تو ان کی کمائی ان کے کسی کام نہ آئی۔

﴿فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا﴾ ''ان پر ان کے اعمال کے وبال پڑ گئے۔'' اس مقام پر (سَيِّـٰات) سے مراد ''عقوبات'' ہیں کیونکہ یہ عقوبات ہی انسان کے لیے تکلیف دہ اور اس کو غم زدہ کرتی ہیں۔ ﴿وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا﴾ ''اور جو لوگ ان میں سے ظلم کرتے رہے ہیں عنقریب ان پر ان کے عملوں کے وبال پڑیں گے۔'' پس یہ لوگ نہ تو گزشتہ لوگوں سے بہتر ہیں اور نہ ان کو کوئی براءت نامہ ہی لکھ کر دیا گیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ یہ لوگ اپنے مال کی وجہ سے فریب میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اپنی جہالت کی بنا پر سمجھتے ہیں کہ مال اپنے مالک کے حسن حال پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا رزق اس بات پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ ﴿يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ اپنے بندوں میں سے، خواہ وہ نیک ہوں یا بد، جس کے لیے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کر دیتا ہے ﴿وَيَقْدِرُ﴾ اور جس کو چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے، یعنی وہ اپنے بندوں میں سے خواہ وہ نیک ہوں یا بد جس کا چاہے اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے اس کا رزق تمام مخلوق میں مشترک ہے مگر ایمان اور عمل صالح صرف ان لوگوں کے لیے مختص کرتا ہے جو مخلوق میں بہترین لوگ ہوتے ہیں۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''بے شک اس میں بھی ان کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔'' یعنی رزق کی کشادگی اور تنگی میں اہل ایمان کے لیے نشانیاں ہیں کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ رزق کی تنگی اور کشادگی کا مرجع محض اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال کو خوب جانتا ہے۔ کبھی کبھی اپنے بندوں پر لطف وکرم کی وجہ سے بھی ان پر رزق تنگ کر دیتا ہے کیونکہ اگر وہ ان کا رزق کشادہ کر دے تو وہ زمین میں سرکشی کرتے ہیں۔ رزق کی اس تنگی میں اللہ تعالیٰ ان کے دین کی اصلاح کی رعایت رکھتا ہے جو ان کی سعادت اور فلاح کی بنیاد ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ
کہہ دیجیے: اے میرے بندو! وہ جنھوں نے ظلم کیا ہے اپنی جانوں پر، نہ مایوس ہو تم اللہ کی رحمت سے، بلاشبہ اللہ معاف کر دیتا ہے
الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (53) وَاَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ
گناہ سب، یقیناً وہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے ○ اور رجوع کرو تم اپنے رب کی طرف اور مطیع ہو جاؤ اس کے

مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَاتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ
پہلے اسکے کہ آ جائے تمہارے پاس عذاب پھر نہ تم مدد کیے جاؤ ○ اور پیروی کرو تم اس بہترین بات کی جو نازل کی گئی تمہاری طرف

مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿٥٥﴾ اَنْ تَقُوْلَ
تمہارے رب کی طرف سے پہلے اسکے کہ آ جائے تمہارے پاس عذاب اچانک اس حال میں کہ تم نہ شعور رکھتے ہو ○ (ایسا نہ ہو) کہ کہے

نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ ﴿٥٦﴾ اَوْ تَقُوْلَ
کوئی نفس، ہائے افسوس اس پر جو کوتاہی کی میں نے اللہ کے حق میں اور بلاشبہ رہا میں ٹھٹھا کرنے والوں میں سے ○ یا کہے

لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿٥٧﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَی الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ
اگر بیشک اللہ ہدایت دیتا مجھے تو ضرور ہو جاتا میں پرہیزگاروں میں سے ○ یا کہے جس وقت دیکھے گا عذاب، اگر بے شک (ہو)

لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿٥٨﴾ بَلٰی قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا
میرے لیے دوبارہ لوٹنا تو ہو جاؤں گا میں نیکوکاروں میں سے ○ کیوں نہیں: تحقیق آئیں تیرے پاس میری آیتیں تو جھٹلایا تو نے انکو

وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿٥٩﴾
اور تکبر کیا تو نے اور تھا تو کافروں میں سے ○

اللہ تعالیٰ اپنے حد سے بڑھ جانے والے، یعنی بہت زیادہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والے، بندوں کو آگاہ کرتا ہے کہ اس کا فضل و کرم بہت وسیع ہے نیز انھیں اپنی طرف رجوع کرنے پر آمادہ کرتا ہے، اس سے قبل کہ رجوع کرنا ان کے لیے ممکن نہ رہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ قُلْ ﴾ اے رسول اور جو کوئی دعوت دین میں آپ کا قائم مقام ہو! اپنے رب کی طرف سے بندوں کو آگاہ کرتے ہوئے کہہ دیجیے: ﴿ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ ﴾ ”اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے“ یعنی جنھوں نے گناہوں کا ارتکاب کر کے اور علام الغیوب کی ناراضی کے امور میں کوشاں ہو کر اپنے آپ پر زیادتی کی ﴿ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ کہ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو اور کہنے لگو کہ ہمارے گناہ بہت زیادہ اور ہمارے عیوب بہت بڑھ گئے اب ایسا کوئی طریقہ نہیں جس سے وہ گناہ زائل ہو جائیں پھر اس بنا پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مصر رہو اور اس طرح رحمٰن کی ناراضی مول لیتے رہو۔

اپنے رب کو اس کے ان اسماء سے پہچانو جو اس کے جود و کرم پر دلالت کرتے ہیں اور جان رکھو کہ بے شک اللہ تعالیٰ ﴿ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ﴾ ”سارے ہی گناہ معاف کر دیتا ہے۔“ اللہ تعالیٰ شرک، قتل، زنا، سود خوری اور ظلم وغیرہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴾ ”واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے“ یعنی مغفرت اور رحمت دونوں اللہ تعالیٰ کے لازم اور ذاتی اوصاف ہیں جو اس کی ذات سے کبھی جدا ہوتے ہیں

نہ ان کے آثار ہی زائل ہوتے ہیں جو تمام کائنات میں جاری وساری اور تمام موجودات پر سایہ کناں ہیں۔ دن رات اس کے ہاتھوں کی سخاوت جاری ہے، کھلے اور چھپے وہ اپنے بندوں کو اپنی لگاتار نعمتوں سے نوازتا رہتا ہے۔ عطا کرنا اسے محروم کرنے سے زیادہ پسند ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب اور اس پر سبقت لے گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کے حصول کے کچھ اسباب ہیں، بندہ اگر ان اسباب کو اختیار نہیں کرتا تو وہ اپنے آپ پر عظیم ترین اور جلیل ترین رحمت و مغفرت کا دروازہ بند کر لیتا ہے، بلکہ خالص توبہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع، دعا، اس کے سامنے عاجزی وانکساری اور اظہار تعبد کے سوا کوئی سبب نہیں۔ پس اس جلیل القدر سبب اور اس عظیم راستے کی طرف بڑھو۔

بنابریں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف انابت میں جلدی کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ ﴾ ''اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔'' یعنی اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو ﴿ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ ﴾ اور اپنے جوارح کے ساتھ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دو۔ اگر ''انابت'' کو مفرد بیان کیا گیا ہو تو اس میں اعمال جوارح بھی داخل ہوتے ہیں اور اگر ''انابت'' کو دوسرے امور کے ساتھ بیان کیا گیا ہو جیسا کہ اس مقام پر کیا گیا ہے تو اس کا معنی وہی ہوتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ ﴾ اخلاص پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اخلاص کے بغیر ظاہری اور باطنی اعمال کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ ﴿ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ﴾ ''اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ واقع ہو'' اور اسے روکا نہ جا سکے گا ﴿ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴾ پھر اس عذاب کے مقابلے میں تمھاری مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔

گویا کہ پوچھا گیا کہ ''انابت'' اور ''اسلام'' کیا ہیں، ان کی جزئیات و اعمال کیا ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ ﴾ ''اور پیروی کرو ان بہترین باتوں کی جو نازل کی گئیں تمھاری طرف تمھارے پروردگار کی طرف سے۔'' یعنی باطنی اعمال کو بجا لاؤ جن کا تمھیں حکم دیا گیا ہے مثلاً محبت الٰہی، خشیت الٰہی، خوف الٰہی، اللہ پر امید، اس کے بندوں کی خیر خواہی، ان کے لیے ہمیشہ بھلائی چاہنا اور ان امور سے متضاد امور سے اجتناب اور ظاہری اعمال بجا لانا مثلاً نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، صدقہ دینا اور بھلائی کے مختلف کام کرنا جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور یہی بہترین کام ہیں جن کو ہمارے رب نے ہماری طرف نازل فرمایا ہے، لہٰذا ان امور میں اپنے رب کے احکام کی تعمیل کرنے والا ''منیب'' اور ''مسلم'' ہے۔ ﴿ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴾ ''اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔'' یہ سب کچھ جلدی کرنے اور فرصت سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ڈراتے (اور ان کی خیر خواہی کرتے) ہوئے فرمایا: ﴿ اَنْ ﴾ کہ وہ اپنی غفلت پر نہ جمے رہیں یہاں تک کہ وہ دن آ جائے جس دن انھیں نادم ہونا پڑے اور اس دن ندامت کسی کام نہیں آئے گی۔

اور ﴿ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ ﴾ ”کوئی نفس کہے: اس تقصیر پر افسوس ہے جو میں نے اللہ کے حق میں کی۔“ ﴿ وَاِنْ كُنْتُ ﴾ ”بے شک میں تو تھا“ دنیا میں ﴿ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ ﴾ ”مذاق اڑانے ولوں میں سے“ یعنی میں دنیا میں جزا و سزا کا تمسخر اڑایا کرتا تھا‘ یہاں تک کہ میں نے اسے عیاں (آنکھوں سے) دیکھ لیا۔

﴿ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴾ ”یا یوں کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں پرہیز گاروں میں سے ہوتا۔“ اس مقام پر (لَوْ) تمنا کے معنی میں ہے‘ یعنی کاش اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا کی ہوتی تو میں بھی پرہیز گار بن جاتا اور عذاب سے بچ جاتا اور ثواب کا مستحق بن جاتا۔ یہاں (لو) شرطیہ نہیں ہے اگر یہاں (لو) شرطیہ ہوتا تو ان کو اپنی گمراہی کے لیے قضاوقدر کی حجت ہاتھ آ جاتی ہے اور یہ باطل حجت ہے اور قیامت کے روز ہر باطل حجت مضمحل اور کمزور ہو جائے گی۔ ﴿ اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَى الْعَذَابَ ﴾ ”یا جب عذاب دیکھ لے تو کہنے لگے۔“ جب اسے عذاب کے وارد ہونے کا یقین ہو جائے گا تو وہ کہے گا ﴿ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً ﴾ یعنی اگر ایک بار اور مجھے دنیا میں واپس بھیجا جائے تو میں ہو جاؤں گا ﴿ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾ نیک عمل کرنے والوں میں سے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا کہ اس کا دنیا میں دوبارہ بھیجا جانا ممکن ہے نہ مفید‘ یہ تو محض باطل آرزو ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ انسان کو دنیا میں دوبارہ نہیں بھیجا جائے گا اگر اسے دنیا میں بھیج بھی دیا جائے تو پہلے بیان اور احکامات کے بعد اب کوئی نیا بیان اور حکم نہیں آئے گا۔ ﴿ بَلٰی قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ ﴾ ”کیوں نہیں میری آیتیں تیرے پاس پہنچ گئی تھیں“ جو حق پر دلالت کرتی تھیں‘ ایسی دلالت کہ اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا تھا۔ ﴿ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ ﴾ ”تو نے ان کو جھٹلایا اور تکبر کیا“ اور تکبر کی بنا پر تو نے ان کی اتباع نہیں کی ﴿ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴾ ”اور تو کافر بن گیا۔“ اس لیے دنیا کی طرف لوٹائے جانے کا مطالبہ عبث ہے۔ ﴿ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ (الانعام: ۶/۲۸) ”اگر انھیں پھر دنیا کی زندگی کی طرف واپس بھیجا جائے تو پھر وہی سب کچھ کریں گے جس سے ان کو روکا گیا تھا اور بے شک وہ جھوٹے ہیں۔“

وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ

اور دن قیامت کے آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے جھوٹ بولا اللہ پر‘ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے‘ کیا نہیں ہے جہنم میں

مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ۞ وَیُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫

ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا؟ ○ اور نجات دے گا اللہ ان لوگوں کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا‘ ساتھ ان کی کامیابی کے

لَا یَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۞

نہیں پہنچے گی ان کو برائی اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں افترا پردازی کی‘ اللہ تعالیٰ ان کی رسوائی بیان کرتا ہے کہ قیامت کے

روز انکے چہرے سیاہ تاریک رات کے مانند سیاہ ہوں گے ان کے سیاہ چہروں کی وجہ سے اہل موقف انھیں پہچانیں گے اور روشن صبح کی مانند حق صاف واضح ہوگا۔ جس طرح انھوں نے دنیا کے اندر حق کے چہرے کو جھوٹ کے ساتھ سیاہ کر دیا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں کو بھی سیاہ کر دیا۔ یہ سزا ان کے عمل کی جنس ہی سے ہے۔ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے اور ان کیلئے جہنم کا نہایت سخت عذاب ہوگا' اس لیے فرمایا: ﴿ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴾ کیا جو لوگ حق اور اپنے رب کی عبادت کے بارے میں تکبر کا رویہ رکھتے تھے اور اس پر بہتان طرازی کرتے تھے ان کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! بلا شبہ جہنم میں شدید عذاب' بے انتہا رسوائی اور اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی ہوگی۔ جہاں متکبرین کو پوری طرح عذاب دیا جائے گا اور ان سے حق وصول کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا' اس کا بیٹا اور بیوی قرار دینا' اس کی طرف سے کوئی ایسی خبر دینا جو اس کے جلال کے لائق نہ ہو' نبوت کا دعویٰ کرنا' اس کی شریعت میں ایسی بات کہنا جو اس نے نہ کہی ہو اور دعویٰ کرنا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے' یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔

متکبرین کا حال بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کا حال بیان کیا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ﴾ ''اور جو پرہیز گار ہیں ان کی کامیابی کے سبب اللہ ان کو نجات دے گا۔'' کیونکہ ان کے پاس آلۂ نجات، یعنی تقویٰ ہوگا جو ہر شدت اور ہولناکی کے وقت بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ ﴿ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ ﴾ یعنی تکلیف دہ عذاب انھیں چھوئے گا نہیں۔ ﴿ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ ''اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔'' پس اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب اور خوف کی نفی کر دی اور یہ امن کی انتہا ہے۔ ان کے لیے مکمل امن ہوگا اور یہ امن ان کے ساتھ رہے گا یہاں تک کہ وہ سلامتی کے گھر، یعنی جنت میں داخل ہو جائیں گے تب وہ ہر تکلیف اور ہر برائی سے محفوظ و مامون ہوں گے اور ان پر نعمتوں کی تازگی چھا جائے گی اور وہ پکار اٹھیں گے۔ ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴾ (فاطر: ۳۵/ ۳۴) ''ہر قسم کی تعریف ہے اس ذات کے لیے جس نے ہم سے حزن و غم کو دور کیا بلا شبہ ہمارا رب بخشنے والا، قدر دان ہے۔''

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

اللہ ہی خالق ہے ہر چیز کا اور وہ اوپر ہر چیز کے نگہبان ہے ○ اسی کے پاس ہیں چابیاں آسمانوں اور زمین کی

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰۗئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع

اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اللہ کی آیتوں کے ساتھ' یہی لوگ' ہیں نقصان اٹھانے والے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی عظمت وکمال کے متعلق آگاہ فرماتا ہے جو اس شخص کے لیے خسارے کا باعث ہے جس نے اس کا انکار کیا' چنانچہ فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ یہ عبارت اور اس قسم کی دیگر عبارات' قرآن کریم میں

بکثرت ملتی ہیں، جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ (اور اس کے اسماء وصفات) کے سوا ہر چیز مخلوق ہے۔ اس آیت کریمہ میں ہر اس شخص کے نظریے کا رد ہے جو مخلوق کے قدیم ہونے کے قائل ہے، مثلاً فلاسفہ کہتے ہیں کہ یہ آسمان اور زمین قدیم ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے قول اور دیگر باطل نظریات کا بھی رد ہے جو روح کو قدیم مانتے ہیں۔ اہل باطل کے ان باطل نظریات کو مان لینے سے خالق کا اپنی تخلیق سے معطل ہونا لازم آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق نہیں کیونکہ کلام متکلم کی صفت ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اسماء وصفات کے ساتھ ہمیشہ سے موجود ہے، اس سے پہلے کچھ بھی موجود نہ تھا۔

معتزلہ نے اس آیت کریمہ اور اس قسم کی دیگر آیات سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق ہے۔ یہ ان کی سب سے بڑی جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اسماء وصفات سمیت قدیم ہے، اس کی صفات نئی پیدا ہوئی ہیں نہ اس سے کسی صفت کا تعطل ہوا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے میں خود خبر دی ہے کہ اس نے عالم علوی اور عالم سفلی کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز پر وکیل ہے اور وکالتِ کاملہ میں وکیل کے لیے لازم ہے کہ وہ جس چیز کی وکالت کر رہا ہے اسے اس کا پورا علم ہو اور وہ اس کی تمام تفاصیل کا احاطہ کیے ہوئے ہو، جس چیز پر وہ وکیل ہے، اس میں تصرف کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہو، اس کی حفاظت کر سکتا ہو، تصرف کے تمام پہلوؤں کی حکمت اور معرفت رکھتا ہو تاکہ بہترین طریقے سے اس میں تصرف اور اس کی تدبیر کر سکے۔ مذکورہ بالا تمام امور کے بغیر وکالت کی تکمیل ممکن نہیں۔ ان امور میں جتنا نقص واقع ہوگا اس کی وکالت بھی اتنی ہی ناقص ہوگی۔

یہ چیز متحقق اور معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں سے ہر صفت میں ہر قسم کے نقص سے منزہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ خبر دینا کہ وہ ہر چیز پر وکیل ہے دلالت کرتا ہے کہ اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے، وہ ہر چیز کی تدبیر پر کامل قدرت اور کامل حکمت رکھتا ہے جس کے ذریعے سے اس نے تمام اشیا کو اپنے اپنے مقام پر رکھا ہے۔

﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔“ یعنی علم اور تدبیر کے لحاظ سے زمین و آسمان کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں اس لیے ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (فاطر: ۲/۳۵) ”اللہ اپنے بندوں کے لیے اپنی رحمت کا جو دروازہ کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور اگر وہ اپنی رحمت کو روک لے تو اس کے بعد اسے کوئی کھول نہیں سکتا اور وہ غالب، حکمت والا ہے۔“

جب اللہ تعالیٰ کی عظمت واضح ہوگئی جو اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کے اجلال و اکرام سے لبریز ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا حال بیان کیا جن کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کی جس طرح قدر کرنے کا حق ہے۔ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ”اور جنھوں نے

آیات الٰہی کا انکار کیا'' جو حق' یقین اور صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتی ہیں ﴿ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴾ ''یہی لوگ ہیں خسارہ پانے والے۔'' یعنی اس چیز کے بارے میں خسارے میں رہے جس سے قلوب کی اصلاح ہوتی ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے لیے اخلاص۔ جس سے زبانوں کی اصلاح ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتی ہیں اور جس سے جوارح کی اصلاح ہوتی ہے اور وہ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے بدلے انھوں نے ہر وہ چیز لے لی جو قلوب و ابدان کو فاسد کرتی ہے' وہ نعمتوں بھری جنت سے محروم رہے اور اس کے بدلے انھوں نے درد ناک عذاب لے لیا۔

قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِّي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ

کہہ دیجیے: کیا غیر اللہ کی بابت تم حکم دیتے ہو مجھے کہ میں (انکی) عبادت کروں؟ اے جاہلو! ○ اور البتہ تحقیق وحی کی گئی آپکی طرف اور انکی طرف جو

مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٦٥﴾

آپ سے پہلے ہوئے' کہ البتہ اگر شرک کیا آپ نے تو یقیناً ضائع ہو جائیں گے آپکے عمل اور یقیناً ہو جائیں گے آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ○

بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُن مِّنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٦٦﴾

بلکہ اللہ ہی کی آپ عبادت کریں اور ہو جائیں شکر گزاروں میں سے ○

﴿ قُلْ ﴾ اے رسول! ان جہلا سے' جو آپ کو غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں' کہہ دیجیے: ﴿ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِّي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ ﴾ ''اے جاہلو! کیا تم مجھے یہ کہتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں۔'' یہ معاملہ تمھاری جہالت کی بنا پر صادر ہوا ہے ورنہ اگر تمھیں اس بات کا علم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے کامل ہے وہی نعمتیں عطا کرتا ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے اور وہ ہستیاں عبادت کی مستحق نہیں جو ہر لحاظ سے ناقص ہیں' جو نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان' تب تم مجھے ان کی عبادت کا کیوں حکم دیتے ہو؟

شرک اعمال کو ساقط اور احوال کو فاسد کر دیتا ہے' بنا بریں فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ ﴾ ''اور (اے نبی!) آپ کی طرف اور ان کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں یہ وحی کی گئی'' یعنی تمام انبیائے کرام کی طرف ﴿ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ﴾ ''اگر تم نے شرک کیا تو تمھارے سارے عمل برباد ہو جائیں گے۔'' یہ مفرد مضاف ہے جو تمام اعمال کو متضمن ہے۔

سابقہ جمیع انبیائے کرام کی نبوتوں میں یہ حکم تھا کہ شرک تمام اعمال کو ضائع کر دیتا ہے جیسا کہ سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد ان کے بارے میں فرمایا: ﴿ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ (الأنعام: ٨٨/٦) ''یہ ہے اللہ کی ہدایت' وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس طرح کی ہدایت دے دیتا ہے اور اگر یہ لوگ (انبیائے کرام) شرک

کرتے ہوئے تو ان کا سارا کیا دھرا ضائع ہو جاتا۔‘‘ ﴿ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ ’’اور آپ (دین اور آخرت کے بارے میں) خسارے میں پڑ جائیں گے۔‘‘ پس معلوم ہوا کہ شرک سے تمام اعمال اکارت ہو جاتے ہیں اور بندہ عذاب اور سزا کا مستحق بن جاتا ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ ﴾ ’’بلکہ آپ اللہ ہی کی عبادت کیجیے۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے جب جہلا کے بارے میں آگاہ فرمایا کہ وہ آپ کو شرک کا حکم دیتے ہیں اور یہ خبر بھی دی کہ شرک بہت قبیح جرم ہے تو نبی ﷺ کو اخلاص کا حکم دیا اور فرمایا: ﴿ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ ﴾ یعنی اللہ وحدہ لا شریک کے لیے اپنی عبادت کو خالص کیجیے ﴿ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی توفیق پر اس کا شکر ادا کیجیے۔ جس طرح دنیاوی نعمتوں، مثلاً جسمانی صحت و عافیت اور حصول رزق وغیرہ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جاتا ہے اسی طرح دینی نعمتوں، مثلاً توفیقِ اخلاص اور تقویٰ وغیرہ پر بھی اس کا شکر ادا کیا جاتا اور اس کی حمد و ثنا کی جاتی ہے، بلکہ دینی نعمتیں ہی حقیقی نعمتیں ہیں اور یہ تدبر کرنا کہ یہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ انسان کو غرور اور خود پسندی کی آفت سے محفوظ رکھتا ہے۔ بہت سے عمل کرنے والے اپنی جہالت کے باعث غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں ورنہ اگر بندہ حقیقت حال کی معرفت حاصل کر لے تو اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت پر غرور میں مبتلا نہ ہو جو زیادہ سے زیادہ شکر کی مستحق ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ

اور نہیں قدر کی انھوں نے اللہ کی جیسا حق ہے اس کی قدر کرنے کا اور زمین سب اس کی مٹھی میں ہوگی دن قیامت کے اور آسمان

مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (٦٧)

لپٹے ہوں گے اس کے دائیں ہاتھ میں وہ پاک ہے اور بلند اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان مشرکین نے اپنے رب کی قدر اور تعظیم نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر و تعظیم کا حق ہے بلکہ اس کے برعکس انھوں نے ایسے افعال سر انجام دیے جو اس کی تعظیم سے متناقض ہیں، مثلاً ایسی ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا جو اپنے اوصاف و افعال میں ناقص ہیں۔ ان کے اوصاف ہر لحاظ سے ناقص ہیں اور ان کے افعال ایسے ہیں کہ وہ کسی کو نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان، وہ کسی کو عطا کر سکتی ہیں نہ محروم، وہ کسی چیز کا کوئی اختیار نہیں رکھتیں۔ پس انھوں نے اس ناقص مخلوق کو، خالق کائنات، رب عظیم کے برابر ٹھہرا دیا جس کی عظمت باہرہ اور قدرت قاہرہ یہ ہے کہ قیامت کے روز، تمام زمین رحمٰن کی مٹھی میں ہوگی اور ساتوں آسمان اپنی وسعتوں اور عظمتوں کے باوجود اس کے دائیں ہاتھ پر لپٹے ہوئے ہوں گے۔ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم نہیں کی جیسا کہ اس کی تعظیم کرنے کا حق ہے جس نے دوسری ہستیوں کو اس کے مساوی ٹھہرا دیا۔ جس نے یہ کام کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی ظالم ہے؟ ﴿ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے منزہ، پاک اور بہت بلند ہے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ

اور پھونک ماری جائے گی صور میں تو بیہوش ہو جائے گا جو ہے آسمانوں میں اور جو ہے زمین میں مگر جسے چاہے گا اللہ پھر پھونک ماری جائے گی

فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ

اس میں دوسری مرتبہ تو یکایک وہ کھڑے (ہو کر) دیکھتے ہوں گے ○ اور چمک اٹھے گی زمین اپنے رب کے نور سے اور رکھی جائے گی کتاب

وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَوُفِّيَتْ

اور لائے جائیں گے انبیاء اور گواہ اور فیصلہ کیا جائے گا درمیان ان کے حق کیساتھ اور وہ نہیں ظلم کیے جائیں گے ○ اور پورا دیا جائے گا

كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع

ہر نفس کو (بدلہ اس کا) جو اس نے کیا ہوگا اور وہ خوب جانتا ہے (اس کو) جو وہ کر رہے ہیں ○

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی عظمت کا خوف دلانے کے بعد، قیامت کے احوال کے ذریعے سے انھیں ڈرایا اور انھیں ترغیب و ترہیب دی، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ﴾ ''اور صور پھونکا جائے گا۔'' یہ بہت بڑا سینگ ہے جس کی عظمت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شخص نہیں جانتا یا صرف اس شخص کو علم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مطلع کر دیا ہو، اس صور میں اسرافیل علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے مقرب اور اس کا عرش اٹھانے والے فرشتوں میں ہیں، پھونک ماریں گے ﴿ فَصَعِقَ ﴾ تو بے ہوش ہو جائیں گے یا مر جائیں گے۔ اس بارے میں یہ دونوں قول منقول ہیں۔ ﴿ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔'' یعنی زمین اور آسمانوں کی تمام مخلوق جب صور پھونکنے کی آواز سنے گی تو اس کی شدت اور ان احوال کے بارے میں علم ہونے کے باعث گھبرا اٹھے گی، جن کا یہ آواز مقدمہ ہے۔ ﴿ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ﴾ ''مگر جسے اللہ (بچانا) چاہے۔'' یعنی ان لوگوں کے سوا جن کو اللہ تعالیٰ مضبوط اور ثابت قدم رکھے، مثلاً شہدا اور بعض دیگر لوگ، ان پر بے ہوشی طاری نہیں ہوگی یہ پہلی پھونک نَفْخَةُ الصَّعْقِ اور نَفْخَةُ الْفَزَعِ ہے۔ ﴿ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ ﴾ ''پھر اس میں (ایک اور) پھونک ماری جائے گی۔'' یہ نَفْخَةُ الْبَعْثِ ہے ﴿ فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾ ''تو وہ فوراً اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔'' یعنی وہ حساب و کتاب کے لیے اپنی قبروں میں سے اٹھ کھڑے ہوں گے، جبکہ ان کی تخلیقِ اجساد اور تخلیقِ ارواح مکمل ہو چکی گی۔ ان کی آنکھیں اوپر کو اٹھی ہوئی ہوں گی ﴿ يَنْظُرُوْنَ ﴾ وہ دیکھ رہے ہوں گے'' کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیا کرتا ہے۔

﴿ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا ﴾ ''اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی'' اس سے معلوم ہوا کہ موجودہ تمام روشنیاں قیامت کے روز مضمحل ہو کر ختم ہو جائیں گی اور حقیقت میں ایسا ہی ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ (قیامت کے روز) سورج بے نور ہو جائے گا، چاند کی روشنی ختم ہو جائے گی، ستارے بکھر جائیں گے اور لوگ تاریکی میں ڈوب جائیں گے، تب اس وقت زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی جب وہ تجلی

فرمائے گا اور بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے نازل ہوگا۔ اس دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو ایسی قوت اور ایسی تخلیق عطا کرے گا جس کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کو برداشت کرنے کی قوت سے سرفراز ہوں گے' اللہ تعالیٰ کا نوران کو جلا نہیں ڈالے گا' اس دن ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا ممکن ہوگا ورنہ اللہ تعالیٰ کا نور اس قدر عظیم ہے کہ اگر وہ اپنے چہرے سے پردہ ہٹا دے تو جہاں تک اس کی نگاہ پہنچے اس کے چہرے کا نور تمام مخلوق کو جلا کر راکھ کر ڈالے۔

﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ ﴾ ''اور (اعمال کی) کتاب رکھ دی جائے گی۔'' یعنی اعمال نامہ کھول کر پھیلا دیا جائے گا تا کہ بندہ اپنی نیکیوں اور گناہوں کو پڑھ لے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ (الکھف: ۴۹/۱۸) ''اور اعمال نامہ رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اپنے اعمال نامے کے مندرجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے ہائے ہماری ہلاکت! یہ کیسی کتاب ہے کہ ہمارا کوئی چھوٹا بڑا عمل ایسا نہیں جو اس نے درج نہ کیا ہو۔ وہ اپنے تمام اعمال کو اپنے سامنے موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔'' اور عمل کرنے والے سے مکمل عدل و انصاف کے ساتھ کہا جائے گا۔ ﴿ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴾ (بنی اسرآءیل: ۱۴/۱۷) ''اپنی کتاب (اعمال) پڑھ آج اپنا حساب لینے کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔''

﴿ وَجِايْۗءَ بِالنَّبِيّٖنَ ﴾ ''اور نبیوں کو لایا جائے گا'' تا کہ ان سے تبلیغ اور ان کی امتوں کے رویے کے بارے میں سوال کیا جائے اور یہ ان پر گواہی دیں ﴿ وَالشُّهَدَاۗءِ ﴾ ''اور گواہ'' یعنی فرشتے' زمین اور انسان کے اعضا گواہی دیں گے ﴿ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ ﴾ ''اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔'' یعنی پورے عدل اور کامل انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا کیونکہ یہ حساب ایسی ہستی کی طرف سے کیا جائے گا جو ذرہ بھر ظلم نہیں کرتی اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس کی کتاب' یعنی لوح محفوظ ان کے تمام اعمال پر مشتمل ہے۔ کراماً کاتبین اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے' بندے جو عمل بھی کرتے ہیں یہ ان کے اعمال ناموں میں درج کر لیتے ہیں۔ عادل ترین گواہ اس فیصلے میں گواہی دیں گے اور فیصلہ وہ ہستی کرے گی جو اعمال کی مقدار اور ان کے ثواب و عقاب کے استحقاق کی مقدار کو خوب جانتی ہے۔ فیصلہ ہوگا اور تمام مخلوق اس کا اقرار کرے گی۔ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے عدل کا اعتراف کرے گی۔ وہ اس کی عظمت' اس کے علم و حکمت' اور اس کی رحمت کا اس طرح اعتراف کریں گے کہ دل میں کبھی اس کا خیال گزرا ہوگا نہ ان کی زبانوں نے کبھی اس کی تعبیر کی ہوگی' اس لیے فرمایا: ﴿ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ ''جس شخص نے جو عمل کیا اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اس کو سب کی خبر ہے۔''

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا

اور ہانک کر لے جائے جائینگے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا جہنم کیطرف گروہ گروہ یہاں تک کہ جب آئیں گے وہ اسکے پاس تو کھول دیے جائیں گے دروازے اسکے

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ

اور کہیں گے ان سے داروغے اسکے: کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس رسول تم میں سے جو پڑھتے (تھے) تم پر آیتیں تمہارے رب کی اور ڈراتے (تھے) تم کو

لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۷۱)

تمہاری اس دن کی ملاقات سے؟ وہ کہیں گے: (ہاں) کیوں نہیں، اور لیکن ثابت ہو گئی بات عذاب کی اوپر کافروں کے ○

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (۷۲) وَسِيْقَ

کہا جائے گا: داخل ہو جاؤ تم جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ رہو گے اس میں، پس برا ہے ٹھکانا تکبر کرنیوالوں کا○ اور لے جائے جائیں گے

الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ

وہ لوگ جو ڈرتے تھے اپنے رب سے طرف جنت کی گروہ گروہ حتی کہ جب آئینگے وہ اس کے پاس اور کھلے ہونگے دروازے اسکے اور کہیں گے

لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (۷۳) وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ

ان سے اسکے دربان: سلام ہو تم پر، تم پاکیزہ رہے پس داخل ہو جاؤ تم اس میں ہمیشہ رہنے والے○ اور وہ کہیں گے: سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں

الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ

وہ جس نے سچا کیا ہم سے اپنا وعدہ اور وارث کر دیا ہمیں اس زمین کا، ہم ٹھکانا بنائیں جنت میں جہاں ہم چاہیں، پس اچھا ہے اجر

الْعٰمِلِيْنَ (۷۴) وَتَرَى الْمَلٰۗىِٕكَةَ حَاۗفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ

عمل کرنیوالوں کا○ اور دیکھیں گے آپ فرشتوں کو گھیرے ہوئے عرش کے اردگرد، وہ پاکیزگی بیان کرتے ہوں گے اپنے رب کی حمد کیساتھ

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۷۵) ع

اور فیصلہ کیا جائے گا درمیان ان کے ساتھ حق کے اور کہا جائے گا سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کا ذکر فرمایا جن کو اس نے تخلیق، رزق اور تدبیر میں اکٹھا کیا، دنیا کے اندر وہ سب اکٹھے رہے، قیامت کے روز بھی اکٹھے ہوں گے مگر ان کی جزا کے وقت ان کے درمیان اسی طرح تفریق کر دی جائے گی جس طرح انھوں نے دنیا میں ایمان اور کفر، تقویٰ اور فسق وفجور کے اعتبار سے ان کے درمیان فرق تھا، چنانچہ فرمایا: ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انھیں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔'' یعنی کافروں کو نہایت سختی سے جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ انتہائی سخت فرشتے کوڑوں سے مارتے ہوئے، بہت برے قید خانے، بدترین جگہ، یعنی جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ جہاں ہر قسم کا عذاب جمع ہوگا اور ہر قسم کی بدبختی موجود ہوگی۔ جہاں ہر سرور زائل ہو جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى

نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا﴾ (الطور: ۱۳/۵۲) ''جس روز انھیں آتش جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جایا جائے گا۔'' یعنی ان کو دھکے دے کر جہنم میں پھینکا جائے گا کیونکہ وہ جہنم میں داخل ہونے سے مزاحمت کریں گے، ان کو جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ ﴿زُمَرًا﴾ متفرق جماعتوں کی صورت میں۔ ہر گروہ اس گروہ کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کے اعمال مناسبت رکھتے ہوں گے اور جن کے کرتوت ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے۔ وہ ایک دوسرے کو لعنت ملامت اور ایک دوسرے سے براءت اور بیزاری کا اظہار کریں گے۔ ﴿حَتّٰۤى إِذَا جَآءُوْهَا﴾ یعنی جب جہنم کے قریب پہنچیں گے ﴿فُتِحَتْ﴾ ''کھول دیے جائیں گے'' ان کے لیے یعنی ان کی خاطر ﴿أَبْوَابُهَا﴾ ''اس کے دروازے۔'' ان کی آمد اور مہمانی کرتے ہوئے جہنم کے دروازے کھولے جائیں گے۔ ﴿وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا﴾ جہنم کے داروغے ابدی بدبختی اور سرمدی عذاب کی بشارت دیں گے اور ان اعمال پر، جن کے سبب سے وہ اس بدترین جگہ پر پہنچے، انھیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ﴾ ''کیا تمھارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے۔'' یعنی تمھاری جنس میں سے، جنھیں تم پہچانتے اور ان کی صداقت کو خوب جانتے تھے اور تم ان سے ہدایت حاصل کر سکتے تھے؟

﴿يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ﴾ ''وہ تم کو تمھارے رب کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے'' جن آیات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا تھا جو روشن ترین دلائل و براہین کے ذریعے سے حق الیقین پر دلالت کرتی تھیں۔ ﴿وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ ''اور وہ تمھیں اس دن کے پیش آنے (ملاقات) سے ڈراتے تھے۔'' اور یہ چیز اس دن کے ڈر کو مدنظر رکھتے ہوئے تمھارے ان رسولوں کی اتباع اور اس دن کے عذاب سے بچنے کی موجب تھی، مگر تمھارا حال اس مطلوبہ حال کے بالکل برعکس تھا۔ ﴿قَالُوْا﴾ وہ اپنے گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہونے کا اعتراف و اقرار کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿بَلٰى﴾ کیوں نہیں! ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول واضح دلائل اور نشانیوں کے ساتھ آئے، انھوں نے ان نشانیوں کو ہمارے سامنے پوری طرح واضح کر دیا تھا اور انھوں نے ہمیں آج کے دن سے ڈرایا تھا ﴿وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''لیکن عذاب کا حکم (وعدہ) کافروں پر ثابت ہو کر رہا۔'' یعنی ان کے کفر کے سبب سے ان پر عذاب واجب ہو گیا۔ یہ عذاب ہر اس شخص کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتا ہے اور اس چیز کو جھٹلاتا ہے جسے لے کر انبیاء و رسل مبعوث ہوئے۔ پس یہ کفار اپنے گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی حجت کے قائم ہونے کا اعتراف کریں گے۔

﴿قِيْلَ﴾ انھیں ذلیل و رسوا کرتے ہوئے کہا جائے گا: ﴿ادْخُلُوْۤا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ﴾ ''دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔'' ہر گروہ اس دروازے سے جہنم میں داخل ہوگا جو اس کے مناسب اور موافق حال ہوگا۔ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ وہ وہاں ابدالآباد تک رہیں گے۔ وہ وہاں سے کبھی کوچ نہیں کریں گے، ایک گھڑی کے

لیے بھی ان سے عذاب دور کیا جائے گا نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی۔ ﴿ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴾ ''پس تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔'' یعنی جہنم ان کا ٹھکانا ہے جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ یہ سب کچھ اس پاداش میں ہے کہ وہ حق کے مقابلے میں تکبر کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کی جزا ان کے عمل کی جنس سے دی ہے' اہانت' ذلت اور رسوائی ان کی سزا ہے۔

پھر اہل جنت کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ ﴾ ''اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے تھے انھیں لے جایا جائے گا'' متقین کو اللہ تعالیٰ کی توحید' ان کے عمل اور اطاعت کے سبب سے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ وفدوں کی صورت میں ﴿ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ﴾ ''جنت کی طرف گروہ در گروہ۔'' وہ خوش و خرم جنت میں جائیں گے۔ ہر جماعت ایسی جماعت کی معیت میں جنت میں داخل ہوگی جس کے ساتھ وہ عمل میں مشابہت رکھتی ہوگی۔ ﴿ حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے'' یعنی جب یہ لوگ کشادہ اور خوبصورت جنتوں میں پہنچیں گے' بادِ نسیم کے جھونکے ان کا استقبال کریں گے' یہ نعمتیں اور جنتیں ہمیشہ رہیں گی۔ ﴿ وَفُتِحَتْ ﴾ ''اور کھول دیے جائیں گے'' ان کے لیے ﴿ أَبْوَابُهَا ﴾ ''اس کے دروازے۔'' سب سے زیادہ باعزت مخلوق کے لیے' عزت و اکرام کے ساتھ جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے تاکہ جنت میں ان کی عزت و تکریم ہو ﴿ وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا ﴾ ''اور جنت کے دربان ان کو خوش آمدید کہتے ہوئے کہیں گے ﴿ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ﴾ ''تم پر سلامتی ہو'' تم ہر آفت اور برے حال سے سلامت اور محفوظ ہو ﴿ طِبْتُمْ ﴾ تمھارے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت' اس کی محبت اور اس کی خشیت کے باعث' تمھاری زبانیں اس کے ذکر اور تمھارے جوارح اس کی اطاعت کے باعث اچھے رہے' لہٰذا اپنی اچھائی کے سبب سے ﴿ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴾ ''اس جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔'' یہ پاک اور طیب گھر ہے اور طیبین کے سوا کسی کے لائق نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہنم کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا ﴾ اور جنت کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَفُتِحَتْ ﴾ یعنی واؤ کے ساتھ۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل جہنم کے وہاں مجرد پہنچنے پر جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے' انھیں انتظار کی مہلت نہیں دی جائے گی' جہنم کے دروازے ان کے پہنچنے پر اور ان کے سامنے اس لیے کھلیں گے کہ اس کی حرارت بہت زیادہ اور اس کا عذاب انتہائی شدید ہوگا۔

رہی جنت' تو یہ بہت ہی عالی مرتبہ مقام ہے' جہاں ہر شخص نہیں پہنچ سکتا۔ صرف وہی شخص جنت تک پہنچ سکتا ہے جو ان وسائل کو اختیار کرتا ہے جو جنت تک پہنچاتے ہیں' اس کے ساتھ ساتھ وہ جنت میں داخل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل تکریم ہستی کی سفارش کے محتاج ہوں گے۔ مجرد وہاں پہنچنے پر ان کے لیے جنت کے دروازے نہیں کھول دیے جائیں گے بلکہ وہ جناب نبی مصطفی محمد ﷺ سے سفارش کرائیں گے' آپ اہل ایمان کی سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی سفارش کو قبول فرمائے گا۔

یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ جہنم اور جنت کے دروازے ہوں گے، جو کھولے اور بند کیے جا سکیں گے۔ اور ہر دروازے پر داروغہ مقرر ہوگا۔ یہ خالص گھر ہیں جہاں صرف وہی شخص داخل ہو سکے گا جو ان کا مستحق ہوگا بخلاف عام گھروں اور جگہوں کے، جہاں ہر کوئی داخل ہو سکتا ہے۔

﴿وَقَالُوا﴾ وہ جنت میں داخل ہو کر، اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے ہدایت عطا کرنے پر، اس کی حمد و ثنا بیان کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ﴾ ''اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کر دکھایا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبانوں پر ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اگر ہم ایمان لے آئے اور نیک عمل کیے تو وہ ہمیں جنت عطا کرے گا۔ پس اس نے اپنا وعدہ ایفا کر کے ہماری آرزو پوری کر دی ﴿وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ﴾ ''اور ہمیں زمین کا وارث بنایا'' یعنی جنت کی زمین کا۔ ﴿نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ﴾ یعنی ہم جنت میں جس جگہ بھی چاہیں ٹھہر سکتے ہیں اور اس کی نعمتوں سے جو چیز بھی چاہیں لے سکتے ہیں۔ ہمارے لیے کوئی چیز ممنوع نہیں جس کا ارادہ کریں ﴿فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ ''پس (نیک) عمل کرنے والوں کا بدلہ بھی کیسا خوب ہے۔'' جنھوں نے ختم ہو جانے والی نہایت قلیل سی مدت میں اپنے رب کی اطاعت کے لیے کوشش کی اور اس کے بدلے انھوں نے خیر عظیم حاصل کی جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

یہ ہے وہ گھر جو حقیقی مدح کا مستحق ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو سرفراز فرمائے گا، جواد و کریم اللہ ان کے لیے جنت کے گھر کی مہمانی کو پسند فرمایا ہے، اللہ نے اس گھر کو نہایت بلند اور خوبصورت بنایا ہے۔ اس میں اپنے ہاتھوں سے انواع و اقسام کے درخت اور پودے لگائے ہیں۔ اسے اپنی رحمت و تکریم سے لبریز کیا ہے جس کے ادنیٰ حصے سے غم زدہ کو فرحت حاصل ہوگی اور تمام تکدر ختم ہو کر صفا کی تکمیل ہو جائے گی۔

﴿وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ﴾ ''اے دیکھنے والے! تو اس عظیم دن، فرشتوں کو دیکھے گا'' کہ ﴿حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے جلال کے سامنے سرافگندہ، اس کے جمال میں مستغرق ہو کر اور اس کے کمال کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے عرش کے اردگرد اس کی خدمت میں جمع ہوں گے۔ ﴿يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ یعنی وہ اپنے رب کی ہر اس وصف سے تنزیہ و تقدیس کریں گے جو اس کے جلال کے لائق نہیں، جو مشرکین نے اس کی طرف منسوب کیے ہیں یا نہیں کیے۔

﴿وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾ یعنی اولین و آخرین تمام مخلوق کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا ﴿بِالْحَقِّ﴾ ''حق کے ساتھ۔'' جس میں کوئی اشتباہ ہوگا نہ وہ شخص انکار کر سکے گا جس کے ذمہ یہ حق ہوگا۔ ﴿وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور کہا جائے گا ہر طرح کی حمد و تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔'' یہاں قائل کا ذکر نہیں کیا گیا تاکہ اس بات کی دلیل ہو کہ تمام مخلوق اہل جنت اور اہل جہنم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے میں اس کی حکمت پر اس کی حمد بیان کرے گی، یعنی فضل و احسان کی حمد اور عدل و حکمت کی حمد۔

تفسیر سورۃ المؤمن

سورۃ المؤمن (۴۰) مکیۃ (۶۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

آیاتہا ۸۵ رکوعاتہا ۹

حٰمٓ ۚ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۙ ② غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ

حٰمٓ ○ اتارنا کتاب کا اللہ کی طرف سے ہے جو بڑا غالب، خوب جاننے والا ہے ○ بخشنے والا ہے گناہ کا اور قبول کرنے والا ہے توبہ کا،

شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③

سخت سزا دینے والا ہے، فضل والا، نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی، اسی کی طرف ہے لوٹ کر جانا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب عظیم کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوئی اور اس کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ جو اپنے کمال اور اپنے افعال میں انفرادیت کی بنا پر عبادت کا مستحق ہے۔ ﴿الْعَزِيْزِ﴾ جو اپنے غلبہ کی بنا پر تمام مخلوق پر غالب ہے۔ ﴿الْعَلِيْمِ﴾ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ ﴿غَافِرِ الذَّنْۢبِ﴾ ''وہ گناہ بخش دینے والا'' گناہ گاروں کے ﴿وَقَابِلِ التَّوْبِ﴾ توبہ کرنے والوں کی ''توبہ قبول کرنے والا'' ﴿شَدِيْدِ الْعِقَابِ﴾ جو گناہوں کا ارتکاب کریں اور ان گناہوں سے توبہ نہ کریں ان کو سخت سزا دینے والا ہے ﴿ذِي الطَّوْلِ﴾ ''فضل واحسان کا مالک ہے'' یعنی ایسا فضل واحسان جو سب کو شامل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال کو متحقق کر دیا اور یہ کمال اس حقیقت کا موجب ہے کہ وہ اکیلا ہی معبود ہو جس کے لیے تمام اعمال خالص کیے جائیں، تو فرمایا: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹنا ہے۔''

ان اوصاف حمیدہ سے موصوف اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید کے نازل ہونے کے ذکر کی مناسبت یہ ہے کہ یہ اوصاف ان تمام معانی کو مستلزم ہیں جن پر یہ مشتمل ہے کیونکہ قرآن کریم یا تو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال کے بارے میں خبر دیتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال ہیں یا گزشتہ زمانوں اور آنے والے واقعات کی خبر دیتا ہے اور یہ علیم کی طرف سے اپنے بندوں کی تعلیم ہے یا وہ اپنی عظیم نعمتوں اور جسمانی احسانات اور ان احسانات تک پہنچانے والے اوامر کی خبر ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿ذِي الطَّوْلِ﴾ دلالت کرتا ہے، یا اللہ تعالیٰ کی شدید ناراضی اور ان معاصی کے بارے میں خبر ہے جو اس ناراضی کے موجب ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿شَدِيْدِ الْعِقَابِ﴾ دلالت کرتا ہے، یا اس قرآن عظیم میں گناہ گاروں کو توبہ، انابت اور استغفار کی دعوت دی گئی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ﴾ دلالت کرتا ہے، یا اس میں اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود برحق ہے، اس پر عقلی ونقلی

دلائل دیے گئے ہیں اور اس مضمون کو بہت تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے' نیز قرآن کریم میں غیر اللہ کی عبادت سے روکا گیا ہے' اس کے فساد پر عقلی و نقلی دلائل قائم کیے گئے ہیں اور غیر اللہ کی عبادت سے ڈرایا گیا ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ہے' یا اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم جزائی، یعنی بھلائی کرنے والوں کے ثواب اور نافرمانوں کی سزا کے بارے میں خبر دی گئی ہے اور یہ حکم جزائی عدل پر مبنی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ دلالت کرتا ہے۔ یہ تمام عالی شان مطالب و معانی ہیں جن پر قرآن مشتمل ہے۔

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ④

نہیں جھگڑا کرتے اللہ کی آیتوں میں مگر وہی لوگ جنہوں نے کفر کیا' پس نہ دھوکے میں ڈالے آپ کو چلنا پھرنا انکا شہروں میں ○

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ

جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے اور (دوسرے) گروہوں نے ان کے بعد' اور ارادہ کیا ہر امت نے اپنے رسول کی بابت

لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ

کہ پکڑیں وہ اسکو اور جھگڑا کیا انہوں نے جھوٹی باتوں کیساتھ تاکہ ڈگمگا دیں اسکے ذریعے سے حق کو پس پکڑ لیا میں نے انکو پس کیسی تھی

وقف لازم

عِقَابِ ⑤ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ⑥

میری سزا؟ ○ اور اسی طرح ثابت ہوگئی بات آپ کے رب کی اوپر ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کیا کہ بلاشبہ وہی ہیں دوزخی ○

اللہ تبارک و تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ﴿مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اللہ کی آیتوں میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں۔'' یہاں مجادلہ سے مراد ہے' آیات الٰہی کو رد کرنا اور باطل کے ذریعے سے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے جھگڑا کرنا اور یہ کفار کا کام ہے' رہے اہل ایمان تو وہ حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے باطل کو نیچا دکھائیں۔

انسان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے دنیاوی احوال سے دھوکہ کھائے اور یہ سمجھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا دنیا میں اس کو اپنی نعمتوں سے نوازنا' اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے اور وہ حق پر ہے۔ بنابریں ارشاد فرمایا: ﴿فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ﴾ ''ان کا (دنیا کے) شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو کسی دھوکے میں نہ ڈال دے۔'' یعنی مختلف انواع کی تجارت اور کاروبار کے سلسلے میں ان کا ملکوں میں آنا جانا آپ ﷺ کو دھوکے میں مبتلا نہ کر دے' بلکہ بندے پر واجب یہ ہے کہ وہ لوگوں سے حق کے ساتھ عبرت حاصل کرے' حقائق شرعیہ کو دیکھے' ان کی کسوٹی پر لوگوں کو پرکھے' لوگوں کی کسوٹی پر حق کو نہ پرکھے جیسے ان لوگوں کا وتیرہ ہے جو علم و عقل سے محروم ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ڈرایا ہے جو آیات الٰہی کے ابطال کے لیے جھگڑتے اور بحث مباحثہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے گمراہ قومیں کیا کرتی تھیں' مثلاً ﴿قَوْمُ نُوْحٍ﴾ ''قوم نوح'' اور قوم عاد ﴿وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ

﴿ بَعْدِهِمْ ﴾ ’’اور ان کے بعد کی دوسری جماعتوں نے (بھی جھٹلایا)‘‘ جو حق کو نیچا دکھانے اور باطل کی مدد کرنے کے لیے جمع ہو گئے ﴿ وَ ﴾ ’’اور‘‘ ان کا یہ حال ہو گیا اور وہ اس بات پر اکٹھے ہو گئے کہ ﴿ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ ﴾ ’’ہر گروہ نے ارادہ کر لیا‘‘ مختلف گروہوں میں سے ﴿ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ ﴾ ’’کہ وہ اپنے رسول کو گرفتار کر لیں۔‘‘ یعنی اس کو قتل کر دیں یہ انبیاء و مرسلین کے خلاف‘ جو اہل خیر کے قائد تھے‘ بدترین ہتھکنڈا تھا‘ جو صریح حق پر تھے جس میں کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ انھوں نے انبیاء کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ کیا اس بغاوت‘ گمراہی اور بدبختی کے بعد اس عذاب عظیم کے سوا کچھ رہ جاتا ہے‘ جس میں سے یہ کبھی نہ نکلیں گے؟

بنابریں ان کے لیے دنیاوی اور اخروی عذاب کے بارے میں فرمایا: ﴿ فَأَخَذْتُهُمْ ﴾ ’’پھر میں نے انھیں پکڑ لیا۔‘‘ یعنی ان کو تکذیب حق اور حق کے خلاف اکٹھے ہونے کے سبب سے اپنی گرفت میں لے لیا ﴿ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴾ ’’پھر (دیکھ لو) ہماری سزا کیسی سخت تھی۔‘‘ یہ سخت ترین اور بدترین عذاب تھا۔ یہ ایک زوردار آواز تھی‘ پتھروں کو اڑاتی ہوئی طوفانی ہوا تھی‘ یا اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ ان کو اپنی گرفت میں لے لے یا سمندر کو حکم دیا کہ ان کو غرق کر دے‘ تب یہ مردہ پڑے کے پڑے رہ گئے۔

﴿ وَكَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ﴾ ’’اسی طرح کافروں کے بارے میں بھی تمھارے رب کی بات پوری ہو چکی ہے۔‘‘ جیسا کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی بات سچ ثابت ہوئی تھی‘ اسی طرح ان پر گمراہی ثابت ہو گئی جس کے سبب سے وہ عذاب کے مستحق ہو گئے‘ اس لیے فرمایا: ﴿ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ﴾ ’’بلاشبہ وہ دوزخی ہیں۔‘‘

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

وہ (فرشتے) جو اٹھائے ہوئے ہیں عرش کو اور جو اسکے اردگرد ہیں وہ پاکیزگی بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کیساتھ اور ایمان رکھتے ہیں اس پر

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ

اور بخشش مانگتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے (کہ) اے ہمارے رب! گھیر لیا ہے تو نے ہر چیز کو (اپنی) رحمت اور علم سے پس بخش دے ان لوگوں کو

تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ⑦ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ

جنہوں نے توبہ کی اور پیروی کی تیرے راستے کی اور بچا انکو عذاب دوزخ سے ○ اے ہمارے رب! اور داخل کر انکو باغوں میں (جو) ہمیشہ

الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ

رہنے والے (ہیں) وہ جن کا وعدہ کیا ہے تو نے ان سے اور جو نیک ہوئے انکے باپ دادوں اور انکی بیویوں اور انکی اولاد میں سے‘ بیشک تو بڑا غالب

الْحَكِيْمُ ⑧ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ

نہایت حکمت والا ہے ○ اور بچا ان کو برائیوں سے اور جس کو تو بچائے گا برائیوں سے اس دن‘ تو تحقیق رحم کر دیا تو نے اس پر‘

وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨

اور یہی ہے کامیابی بڑی ○

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر اپنے کامل لطف و کرم اور ان اسباب کا ذکر کرتا ہے جو اس نے ان کی سعادت کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔ یہ اسباب ان کی قدرت سے باہر تھے' مثلاً ان کے لیے ملائکہ مقربین کا استغفار کرنا اور ان کے دین و آخرت کی بھلائی کے لیے دعا کرنا۔ اس ضمن میں عرش الٰہی اٹھانے والے فرشتوں اور جو اس کے اردگرد ہیں ان کے شرف کی خبر ہے۔ اسی طرح اپنے رب کے قریب رہنے والے فرشتوں' ان کی عبادت کی کثرت' اللہ کے بندوں کے لیے ان کی خیر خواہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ انھیں معلوم ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ ﴾ ''جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔'' یعنی رحمٰن کا عرش' جو تمام مخلوقات کی چھت ہے۔ جو تمام مخلوقات میں سب سے بڑا' سب سے وسیع' سب سے خوبصورت اور اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے' جو زمین و آسمان اور کرسی پر چھایا ہوا ہے۔

ان فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے عرش اٹھانے پر مقرر کیا ہوا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب سے بڑے اور سب سے طاقتور فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ان فرشتوں کو اپنا عرش اٹھانے کے لیے چن لینا' ذکر میں ان کو مقدم رکھنا اور ان کو اپنے قرب سے سرفراز کرنا دلالت کرتا ہے کہ یہ سب سے افضل فرشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ ﴾ (الحاقة: ١٧/٦٩) ''اور اس روز تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے۔''

﴿ وَمَنْ حَوْلَهٗ ﴾ ''اور جو اس کے اردگرد ہیں'' یعنی قدر و منزلت اور فضیلت میں اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ﴿ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ﴾ ''وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں۔'' یہ ان فرشتوں کی' ان کی کثرت عبادت' خاص طور پر 'تسبیح و تحمید' کی بنا پر مدح ہے۔ تسبیح و تحمید میں تمام عبادات داخل ہیں کیونکہ تمام عبادات کے ذریعے سے اس طرح اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کی جاتی ہے کہ بندہ اپنی عبادات کو غیر اللہ سے ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کرتا ہے' نیز یہ عبادات اللہ تعالیٰ کی حمد ہیں بلکہ حمد ہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ رہا بندے کا قول (سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ) تو یہ بھی اسی میں داخل ہے اور جملہ عبادات میں شامل ہے۔

﴿ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''اور وہ مومنوں کے لیے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں۔'' یہ ایمان کے جملہ فوائد اور اس کے فضائل میں سے ہے کہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور گناہوں سے پاک ہیں' اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں' لہٰذا بندۂ مومن اپنے ایمان کے سبب سے اس عظیم فضیلت کو حاصل کرتا ہے۔

چونکہ مغفرت کے لیے کچھ اسباب ہیں جن کے بغیر اس کی تکمیل نہیں ہوتی اور یہ اسباب اس خیال سے بالکل مختلف ہیں جو بہت سے اذہان میں آتا ہے کہ مغفرت طلب کرنے کی غرض و غایت مجرد گناہوں کی بخشش ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فرشتوں کی دعائے مغفرت اور ان امور کا ذکر فرمایا جن کے بغیر دعائے مغفرت کی

تکمیل نہیں ہوتی، چنانچہ فرمایا: ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا﴾ ''اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔'' تیرے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے، تجھ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ زمین میں کوئی ذرہ بھر چیز تیرے علم سے اوجھل ہے نہ آسمان میں اور کوئی چھوٹی چیز تجھ سے چھپی ہوئی ہے نہ کوئی بڑی چیز۔ تیری رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے علوی اور سفلی تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی رحمت سے لبریز اور اس کی رحمت تمام کائنات پر چھائی ہوئی ہے۔ اس کی تمام مخلوق اس رحمت سے بہرہ مند ہوتی ہے۔ ﴿فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا﴾ ''پس جن لوگوں نے توبہ کی انھیں بخش دے'' یعنی جنھوں نے شرک اور معاصی سے توبہ کی ﴿وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ﴾ ''اور جو تیرے راستے پر گامزن ہوئے'' تیرے رسولوں کی اتباع کی، تیری توحید اور تیری اطاعت کے ذریعے سے ﴿وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾ ''اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے'' یعنی (اے اللہ!) ان کو عذاب سے اور اس کے اسباب سے بچا۔

﴿رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ﴾ ''اے ہمارے رب! ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا'' یعنی جن کا تو نے اپنے رسولوں کی زبان پر وعدہ کیا ﴿وَمَنْ صَلَحَ﴾ ''اور جو صالح ہوں'' یعنی جو ایمان اور عمل صالح کے ذریعے سے درست ہوں ﴿مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ﴾ ''ان کے آباؤ اجداد اور ان کی بیویوں میں سے'' یعنی ان کی بیویوں، عورتوں کے شوہروں، ان کے دوستوں اور رفقا میں سے ﴿وَذُرِّيّٰتِهِمْ﴾ ''اور ان کی اولاد میں سے''

﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ﴾ بے شک تو ہر چیز پر غالب ہے، تیری عزت کی قسم! تو ان کے گناہ بخش دیتا ہے، ان کی تکلیف دور کر دیتا ہے اور انھیں ہر بھلائی تک پہنچا دیتا ہے۔ ﴿الْحَكِيْمُ﴾ ''حکمت والا ہے۔'' ''حکیم'' اس کو کہتے ہیں جو تمام اشیا کو ان کے لائق حال مقام پر رکھتا ہے۔ اے ہمارے رب! ہم تجھ سے کسی ایسی چیز کا سوال نہیں کرتے جو تیری حکمت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ بلکہ تیری حکمت، جس کی تو نے اپنے رسولوں کی زبان پر خبر دی ہے اور تیرا فضل جس چیز کا تقاضا کرتا ہے وہ یہ ہے کہ تو اہل ایمان کو بخش دے۔

﴿وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ﴾ ''اور انھیں برائیوں سے بچالے'' یعنی تو ان کو برے اعمال اور ان کی جزا سے دور رکھ کیونکہ یہ انسان کو بہت تکلیف دیتے ہیں۔ ﴿وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ﴾ ''اور جس کو تو اس دن عذابوں سے بچالے گا'' یعنی قیامت کے روز ﴿فَقَدْ رَحِمْتَهٗ﴾ ''تو بے شک تو نے اس پر رحمت کی'' کیونکہ تیری رحمت تیرے بندوں پر ہمیشہ سایہ کناں رہی ہے، بندوں کے گناہ اور ان کی برائیاں ہی انھیں اس رحمت سے محروم کرتے ہیں۔ جس کو تو نے برائیوں سے بچالیا اسے تو نے نیکیوں کی توفیق اور ان کی جزائے حسن سے بہرہ مند کیا۔ ﴿وَذٰلِكَ﴾ ''اور یہ'' یعنی منہیات کا دور ہونا، برائیوں سے بچانا اور محبوب و مرغوب کا حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کے

سبب سے ہے۔ ﴿ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ ''یہی بڑی کامیابی ہے۔'' اس جیسی کوئی اور کامیابی نہیں اور مقابلہ کرنے والوں کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی چیز اچھی نہیں ہے۔

فرشتوں کی یہ دعا اس حقیقت کو متضمن ہے کہ فرشتے اپنے رب کی کامل معرفت سے سرفراز ہیں وہ اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں کی طرف سے اپنے اسما کو وسیلہ بنانے اور جو دعا مانگی جا رہی ہو اس کی مناسبت سے اسمائے الٰہی کو وسیلہ بنانے کو پسند کرتا ہے۔ بندوں کی دعا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصول اور نفوس بشری کے تقاضوں کے اثرات کے ازالے کے لیے ہوتی ہے' جن کے نقص اور ان کے تقاضوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے' لہٰذا جب وہ ان معاصی اور ان کے مبادی و اسباب کا تقاضا کرتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کے علم نے احاطہ کر رکھا ہے تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات ''رَحِیم'' اور ''عَلِیم'' کو وسیلۂ دعا بنایا ہے۔ اس کی ربوبیت عامہ اور ربوبیت خاصہ کا اقرار ان کے اللہ تعالیٰ کے متعلق کمال ادب کو متضمن ہے' نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اختیار میں کچھ نہیں یہ تو ان کی اپنے رب کے سامنے دعا ہے جو ہر لحاظ سے ایک محتاج ہستی سے صادر ہوتی ہے' جو کسی بھی حال کو اپنا وسیلہ نہیں بنا سکتی۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا کرم و احسان ہے۔

اپنے رب کے ساتھ ان کی موافقت' ان اعمال' یعنی عبادات سے محبت کو متضمن ہے جن کو وہ پسند کرتا ہے' جسے وہ قائم کرتے ہیں اور محبت کرنے والوں کی جدوجہد کی طرح جدوجہد کرتے ہیں' وہ ہیں اہل ایمان اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق میں سے انہی سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مکلف مخلوق کو ناپسند کرتا ہے مگر ان میں سے اہل ایمان کو پسند کرتا ہے۔

فرشتوں کی اہل ایمان کے ساتھ محبت ہے کہ وہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں' ان کے احوال کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ کسی شخص کے لیے دعا کرنا' اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ دعا کرنے والا اس شخص سے محبت کرتا ہے کیونکہ انسان صرف اسی کے لیے دعا مانگتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے ارشاد: ﴿ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا ﴾ کے بعد کا فرشتوں کی دعا کی تفصیل اور شرح بیان کرنا کتاب اللہ میں تدبیر کی کیفیت کی طرف لطیف اشارے کو متضمن ہے' نیز یہ اس بات کو بھی متضمن ہے کہ تدبر کرنے والا صرف مفرد لفظ کے معنی پر اقتصار نہ کرے' بلکہ اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ لفظ کے معنی پر خوب تدبر اور غور و فکر کرے۔ جب اچھی طرح معنی کا فہم حاصل کر لے اپنی عقل سے اس معاملے میں غور کرے' ان طریقوں پر غور کرے جو اس منزل تک پہنچاتے ہیں اور جن کے بغیر یہ ناتمام ہے اور جن پر تمام دارومدار ہے۔ اس کو یقین قطعی ہو جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے' جیسا کہ اسے یقین ہے کہ وہ معنیٰ خاص اللہ تعالیٰ کی مراد ہے جس پر یہ لفظ دلالت کرتا ہے۔

وہ چیز جو اس کے لیے اس یقین کی موجب ہے کہ یہی معنی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے' دو امور ہیں:

۱۔ اس کی معرفت اور اس بات کا یقین کہ یہ معنی کے توابع میں سے ہے اور مراد الٰہی اسی پر موقوف ہے۔

۲۔ اس حقیقت کا علم رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کی کتاب میں تدبر و تفکر کریں۔

اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ان معانی سے کیا لازم آتا ہے۔ اسی نے خبر دی ہے کہ اس کی کتاب سراسر ہدایت' نور اور ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کرنے والی ہے' یہ فصیح ترین اور ایضاح کے اعتبار سے جلیل ترین کلام ہے۔ اس سے بندۂ مومن توفیق الٰہی کے مطابق علم عظیم اور خیر کثیر سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ ہماری اس تفسیر میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نوازا ہے۔ کبھی کبھی بعض آیات میں' صحیح الفکر مگر غور و تدبر سے محروم شخص پر اس کا ماخذ مخفی رہتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم پر اپنی رحمت کے خزانے کھول دے جو ہمارے احوال اور تمام مسلمانوں کے احوال کی اصلاح کا سبب بنیں۔ ہمارے پاس اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ ہم اس کی نگاہ کرم کے منتظر ہیں' اس کے احسان کو وسیلہ بناتے ہیں' جس سے ہم ہر آن اور ہر لحظہ بہرہ مند رہتے ہیں۔ ہم اس سے اس کے فضل کا سوال کرتے ہیں' یقیناً ہمارے نفس کی برائی ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے راستے کی رکاوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ نہایت کریم اور عطا کرنے والا ہے' جس نے ہمیں اسباب اور ان کے مسببات عطا کیے ہیں۔

یہ آیت کریمہ اس بات کو متضمن ہے کہ مومن کے ساتھ رہنے والے اشخاص' مثلاً بیوی' اولاد اور دوست بھی اس کی صحبت کے باعث سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ مومن کی صحبت ان کے لیے ایسی بھلائی کے حصول کا سبب بنتی ہے جو اس کے عمل اور اسباب عمل سے خارج ہے' جیسا کہ فرشتے اہل ایمان اور ان کے نیک والدین' ان کی نیک بیویوں اور ان کی نیک اولاد کے لیے دعا کرتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اہل ایمان کے ماں باپ' بیویوں اور اولاد میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿ وَمَنْ صَلَحَ ﴾ کے مطابق ''صلاحیت'' کا وجود لازم ہے تب اس صورت میں' ان کے لیے فرشتوں کی یہ دعا' ان کے عمل ہی کا نتیجہ ہے۔ واللہ اعلم۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى

بلاشبہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا' وہ پکارے (کہے) جائیں گے البتہ ناراضی اللہ کی زیادہ بڑی ہے تمھاری ناراضی سے اپنے آپ پر جب کہ تم بلائے جاتے تھے

الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ۝١٠ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا

ایمان کی طرف تو تم انکار کرتے تھے ○ وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! موت دی تو نے ہمیں دو مرتبہ اور زندہ کیا تو نے ہمیں دو مرتبہ' پس اقرار کیا ہم نے

بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ ۝١١ ذَلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ

اپنے گناہوں کا' پس کیا (اب) نکلنے کی بھی کوئی راہ ہے؟ ○ یہ اس سبب سے کہ بلاشبہ جب پکارا جاتا تھا اللہ اکیلے کو

كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ١٢

تو انکار کرتے تھے تم اور اگر شریک ٹھہرایا جاتا (کسی کو) اس کے ساتھ تو تم (اسے) مان لیتے تھے پس حکم تو اللہ ہی کا ہے جو نہایت بلند اور بہت بڑا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اس فضیحت ورسوائی کا ذکر کرتا ہے جس کا کفار کو سامنا کرنا ہوگا' نیز ان کی دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست کے رد ہونے اور ان پر زجر وتوبیخ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا۔'' اللہ تعالیٰ نے اسے مطلق بیان کیا ہے تاکہ یہ کفر کی تمام انواع کو شامل ہو' مثلاً اللہ تعالیٰ' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں اور روز آخرت کا انکار وغیرہ۔ جب یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے تو اقرار کریں گے کہ وہ اپنے گناہوں کے باعث جہنم کے مستحق ہیں۔ وہ اپنے آپ پر شدید غیظ وغضب کا اظہار کریں گے۔ تب اس وقت ان کو پکار کر کہا جائے گا: ﴿ لَمَقْتُ اللّٰهِ ﴾ یعنی تم پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی ﴿ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴾ یعنی جب تمھیں اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور ان کے متبعین نے ایمان کی دعوت دی' تمھارے سامنے دلائل وبراہین بیان کیے جن سے حق واضح ہوگیا' مگر تم نے کفر کو اپنائے رکھا اور ایمان سے منہ موڑ لیا' جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمھیں تخلیق فرمایا تھا اور تم اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کے سائے سے نکل گئے تو اللہ تعالیٰ تم پر غصے اور ناراض ہوگیا تو یہ ناراضی ﴿ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ﴾ ''تمھاری اپنی ناراضی سے کہیں زیادہ ہے۔'' یعنی اس کریم ہستی کی یہ ناراضی ہمیشہ تم پر نازل رہی حتی کہ تم اس حالت کو پہنچ گئے۔ آج تم پر اللہ تعالیٰ کا غیظ وغضب اور اس کا عذاب نازل ہوگا جب کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے ثواب سے سرفراز ہوں گے۔

تب وہ واپس لوٹائے جانے کی تمنا کریں گے اور ﴿ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ ﴾ ''کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی۔'' ایک قول کے مطابق اس سے مراد پہلی موت اور دو مرتبہ صور پھونکنے کے درمیان کی موت ہے یا اس سے مراد ان کے وجود میں لائے جانے سے پہلے عدم محض اور وجود میں لائے جانے کے بعد کی موت ہے۔ ﴿ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ ﴾ ''اور دو مرتبہ تو نے ہمیں زندہ کیا۔'' یعنی دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی' ﴿ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴾ ''پس ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے تو کیا نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟'' یعنی وہ نہایت حسرت سے یہ التجا کریں گے مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا انھیں اسباب نجات اختیار نہ کرنے پر سخت زجر وتوبیخ کی جائے گی۔ ان سے کہا جائے گا: ﴿ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ ﴾ ''یہ اس سبب سے کہ جب اکیلے اللہ کو پکارا جاتا تھا۔'' جب اللہ تعالیٰ کی توحید' اس کے لیے اخلاص عمل کے لیے بلایا جاتا اور شرک سے روکا جاتا تھا ﴿ كَفَرْتُمْ ﴾ ''تو تم انکار کرتے تھے۔'' تمھارے دل اس سے ناگواری محسوس کرتے اور تم اس سے سخت نفرت کرتے تھے ﴿ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ﴾ ''اور اگر اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تھے۔'' تمھارے اس رویے نے تمھیں اس منزل پر پہنچایا۔ تم ایمان لانے سے انکار کرتے اور کفر پر

ایمان لاتے رہے۔ تم اس طرز عمل پر راضی رہے جو دنیا و آخرت میں فساد اور شر کا باعث تھا اور اس طرز عمل کو برا سمجھتے رہے، جس میں دنیا و آخرت کی بھلائی اور اصلاح تھی۔ تم بدبختی، ذلت اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے اسباب کو ترجیح دیتے رہے اور فوز و فلاح اور کامیابی کے اسباب سے منہ موڑتے رہے۔ ﴿وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا﴾ (الأعراف: ١٤٦/٧) ”اور اگر وہ سیدھا راستہ دیکھیں تو اسے اختیار نہ کریں گے اور اگر ان کو گمراہی کا راستہ نظر آجائے تو اس پر چل پڑیں گے۔“

﴿فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ﴾ ”تو (آج) فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے جو عالی مقام (اور سب سے) بڑا ہے۔“ (اَلْعَلِی) سے مراد وہ ہستی ہے جو علو ذات، علو قدر اور علو قہر، یعنی ہر لحاظ سے مطلق بلندی کی مالک ہے۔ اس کے علو قدر میں سے اس کا کمال عدل ہے کہ وہ تمام اشیا کو اپنے اپنے مقام پر رکھتا ہے۔ وہ تقویٰ شعار لوگوں اور فاسق و فاجر لوگوں کو مساوی قرار نہیں دیتا۔ (اَلْکَبِیْرُ) جو اپنے اسماء و صفات اور افعال میں کبریا اور عظمت و مجد کا مالک ہے جو ہر آفت، ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے۔ جب فیصلے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور تمھارے لیے اللہ تعالیٰ نے جہنم میں دائمی خلود کا فیصلہ کیا ہے تو اس کے فیصلے میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ وَیُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ
وہی ہے جو دکھاتا ہے تمھیں اپنی نشانیاں اور نازل کرتا ہے تمہارے لئے آسمان سے رزق، اور نہیں نصیحت پکڑتا مگر وہ جو
یُّنِیْبُ ﴿١٣﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١٤﴾ رَفِیْعُ
رجوع کرتا ہے ○ پس تم پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے اس کیلئے بندگی کو، اگرچہ ناپسند (برا) سمجھیں کافر ○ (وہ) بہت بلند
الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ
درجوں والا عرش کا مالک ہے وہ ڈالتا ہے روح (وحی) اپنے حکم سے اوپر جس کے چاہتا ہے اپنے بندوں سے تاکہ وہ ڈرائے
یَوْمَ التَّلَاقِ ﴿١٥﴾ یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ ؕ لِمَنِ
ملاقات کے دن سے ○ جس دن وہ (قبروں سے) نکلیں گے نہیں مخفی ہوگی اللہ پر ان میں سے کوئی چیز، (اللہ تعالیٰ پوچھے گا) کس کیلئے ہے
الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿١٦﴾ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا
بادشاہی آج کے دن؟ (پھر خود ہی فرمائے گا) اللہ ہی کیلئے جو ایک ہے بڑا زبردست ○ آج بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو ساتھ اس کے جو
كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿١٧﴾
اس نے کمایا، نہیں کوئی ظلم آج، بلاشبہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی عظیم نعمتوں کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے باطل میں سے حق کو واضح کیا، وہ اپنے بندوں کو آیات نفسیہ، آیات آفاقیہ اور آیات قرآنیہ کا مشاہدہ کراتا ہے جو ہر مطلوب و مقصود پر اس طرح دلالت

کرتی ہیں کہ ان میں غور وفکر کرنے والے کے لیے معرفت حقائق میں ادنیٰ سا بھی شک نہیں رہتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے حق کو مشتبہ رکھا ہے نہ صواب کو مشکوک' بلکہ اللہ تعالیٰ نے دلائل کو متنوع طریقوں سے بیان اور آیات کو واضح کیا تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔

مسائل جتنے اہم اور بڑے ہوں گے' ان کے دلائل اتنے ہی زیادہ اور آسان ہوں گے۔ آپ توحید میں غور کیجیے' توحید کا مسئلہ بڑے مسائل میں شمار ہوتا ہے' بلکہ یہ سب سے بڑا مسئلہ ہے' اس لیے اس کے عقلی اور نقلی دلائل بہت زیادہ اور متنوع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے تمثیلیں بیان کی ہیں اور بہت کثرت سے استدلال کیا ہے' اس لیے اس مقام پر توحید کے جملہ دلائل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ ''پس اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اسی کو پکارو۔'' جب اس نے ذکر فرمایا کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے' تو ایک بڑی نشانی کی طرف اشارہ کیا چنانچہ فرمایا: ﴿وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا﴾ ''اور وہ آسمان سے تمھارے لیے رزق اتارتا ہے۔'' یعنی وہ آسمان سے بارش نازل کرتا ہے' جس سے تمھیں رزق دیا جاتا ہے' جس سے تم اور تمھارے مویشی زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ تمام نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں۔

دینی نعمتیں بھی اسی کی طرف سے ہیں۔ اس سے مراد دینی مسائل' ان کے دلائل اور ان پر عمل ہے اور دنیاوی نعمتیں بھی اسی کی طرف سے ہیں' مثلاً وہ تمام نعمتیں جو بارش سے وجود میں آتی ہیں' بارش سے زمین اور بندوں کو زندگی عطا ہوتی ہے اور یہ چیز قطعی طور پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اکیلا ہی معبود برحق ہے جس کے لیے اخلاص دین متعین ہے جیسا کہ وہ اکیلا ہی منعم حقیقی ہے۔ ﴿وَمَا يَتَذَكَّرُ﴾ جب اللہ تعالیٰ ان آیات کے ذریعے سے نصیحت کرتا ہے تو اس سے نہیں نصیحت حاصل کرتا ﴿اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ﴾ مگر وہی شخص جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت' اس کی خشیت' اس کی اطاعت اور اس کے سامنے عاجزی اور فروتنی اختیار کرتا ہے۔ پس یہی وہ شخص ہے جو آیات الٰہی سے فائدہ اٹھاتا ہے اور یہ آیات اس کے حق میں رحمت بن جاتی ہیں اور ان آیات سے اسی کی بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔

چونکہ آیات الٰہی کا ثمرہ تذکر ہے اور تذکر اللہ تعالیٰ کے اخلاص کا موجب ہے' اس لیے اخلاص کے حکم کو ''فا'' کے ذریعے سے اس پر مرتب فرمایا جو سببیت پر دلالت کرتی ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ یہ دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ' دونوں کو شامل ہے۔ اخلاص کا معنی ہے تمام عبادات واجبہ و مستحبہ' حقوق اللہ اور حقوق العباد میں قصد کو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کرنا' یعنی وہ تمام امور' جن پر تم دین کے طور پر عمل کرتے ہو اور جن کو تم اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ بناتے ہو' ان میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص سے کام لو۔ ﴿وَلَوْ كَرِهَ

﴿الْكٰفِرُوْنَ﴾ ”خواہ یہ کفار کے لیے ناگوار ہی کیوں نہ ہو“ اس لیے تم ان میں ان کی پروا نہ کرو۔ یہ چیز تمھیں تمھارے دین سے نہ پھیر دے‘ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تمھیں اللہ کے راستے سے روک نہ دے کیونکہ کفار اخلاص کو بہت ناپسند کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ (الزمر: ٣٩/٤٥) ”جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل کراہت سے تنگ ہو جاتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب اللہ کے سوا خود ساختہ معبودوں کا نام لیا جاتا ہے تو یہ خوش ہو جاتے ہیں۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے جلال و کمال کا ذکر فرمایا جو عبادت میں اخلاص کا تقاضا کرتا ہے‘ چنانچہ فرمایا: ﴿رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ﴾ ”وہ درجاتِ عالی کا مالک اور صاحب عرش ہے۔“ یعنی وہ بلند اور اعلیٰ ہے جو عرش پر مستوی ہے‘ عرش اس کے لیے مختص ہے‘ اس کے درجات بہت بلند ہیں وہ ان کی وجہ سے مخلوقات سے علیحدہ ہے اور ان کے ساتھ اس کا مرتبہ بلند ہے۔ اس کے اوصاف جلیل القدر ہیں اور اس کی ذات اس سے بلند تر ہے کہ اس کا قرب حاصل کیا جائے سوائے پاک اور طاہر و مطہر عمل کے ذریعے سے اور وہ ہے اخلاص جو مخلص مومنین کے درجات کو بلند کرتا ہے‘ اللہ تعالیٰ کے قریب کرتا ہے اور تمام مخلوق پر فوقیت عطا کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رسالت اور وحی کی نعمت کا ذکر کرتا ہے‘ فرمایا: ﴿يُلْقِي الرُّوْحَ﴾ ”وہ نازل کرتا ہے روح۔“ یعنی وحی‘ جو قلب و روح کے لیے وہی حیثیت رکھتی ہے جو اجساد کے لیے ارواح کی ہے۔ جیسے روح کے بغیر بدن زندہ ہوتا ہے نہ زندہ رہ سکتا ہے اسی طرح روح اور قلب‘ روحِ وحی کے بغیر درست رہ سکتے ہیں نہ فلاح سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں۔ ﴿يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ﴾ ”اپنے حکم سے وحی بھیجتا ہے“ جس میں بندوں کی منفعت اور مصلحت ہے ﴿عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ ”اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔“ اس سے اللہ تعالیٰ کے رسول مراد ہیں جنھیں اس نے فضیلت بخشی اور انھیں اپنی وحی اور بندوں کو دعوت دینے کے لیے مختص فرمایا۔

انبیاء و مرسلین مبعوث کرنے کا فائدہ بندوں کے لیے‘ ان کے دین‘ دنیا اور آخرت میں سعادت کا حصول اور ان کے دین‘ دنیا اور آخرت میں بدبختی کو دور کرنا ہے‘ بنابریں فرمایا: ﴿لِيُنْذِرَ﴾ تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جن کی طرف وحی بھیجی گئی ہے ﴿يَوْمَ التَّلَاقِ﴾ ”ملاقات کے دن سے“ یعنی وہ اس کے ذریعے سے اپنے بندوں کو ملاقات کے دن سے ڈرائے اور انھیں ان اسباب کو تیار کرنے کے لیے آمادہ کرے جو ان کو اس صورت حال سے نجات دیتے ہیں جس میں وہ گھرے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس دن کو (يَوْمُ التَّلَاقِ) کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ اس دن خالق اور مخلوق کی ملاقات ہو گی‘ مخلوق ایک دوسرے سے ملاقات کرے گی اور عمل کرنے والے اپنے اعمال اور ان کی جزا کا سامنا کریں

گے۔ ﴿يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ﴾ ”جس روز سب لوگ ظاہر ہو جائیں گے۔“ یعنی جس روز یہ زمین پر ظاہر ہوں گے اور ایک ہی میدان میں جمع ہوں گے‘ جس میں کوئی نشیب و فراز نہ ہوگا‘ پکارنے والا ان کو اپنی آواز سنا سکے گا اور نگاہ سب تک پہنچ سکے گی۔ ﴿لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ﴾ ”ان کی کوئی بات اللہ سے چھپی نہ رہے گی۔“ یعنی ان کی ذات چھپ سکے گی نہ ان کے اعمال اور نہ ان اعمال کی جزا ہی اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی ہوگی۔ ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ﴾ ”آج بادشاہی کس کی ہے؟“ یعنی اس عظیم دن کا کون مالک ہے؟ جس نے اولین و آخرین‘ آسمانوں اور زمین کی مخلوق کو جمع کیا ہے‘ آج اقتدار میں خود ساختہ شراکت ختم اور تمام اسباب منقطع ہو گئے‘ اور کچھ باقی نہیں رہا سوائے اچھے برے اعمال کے۔ ﴿لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ”اللہ اکیلے کے لیے جو سب پر غالب ہے۔“ یعنی آج اقتدار کی مالک وہ ذات بابرکات ہے جو اپنی ذات‘ اسماء و صفات اور افعال میں منفرد ہے اور کسی بھی لحاظ سے اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿الْقَهَّارِ﴾ تمام مخلوقات پر غالب و قاہر ہے‘ تمام مخلوقات اس کی مطیع‘ اس کے سامنے عاجز ہے خاص طور پر اس دن لوگوں کے سر اس حیّ قیوم ہستی کے سامنے جھک جائیں گے اور اس روز اس کی اجازت کے بغیر کوئی کلام نہیں کر سکے گا۔

﴿اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ﴾ ”آج ہر نفس کو‘ جو اس نے کمایا‘ اس کی جزا دی جائے گی۔“ یعنی اس نے دنیا کے اندر‘ تھوڑی یا بہت‘ جو بھی نیکی اور بدی کا اکتساب کیا ہے‘ آج اس کی جزا دی جائے گی۔ ﴿لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ﴾ ”آج کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔“ آج کسی نفس پر‘ برائیوں میں اضافہ کر کے یا اس کی نیکیوں میں کمی کر کے ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ”بلاشبہ اللہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔“ یعنی اس دن کو دور نہ سمجھو یہ دن ضرور آنے والا ہے اور ہر آنے والی چیز قریب ہی ہوتی ہے‘ نیز وہ قیامت کے روز اپنے بندوں کا بہت جلد حساب لے لے گا کیونکہ اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ قدرت کاملہ کا مالک ہے۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ۬ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ

اور ڈرائیں انکو قریب آنے والے دن (قیامت) سے جب کہ دل نزدیک گلوں کے ہوں گے غم سے بھرے ہوئے نہیں ہوگا ظالموں کیلئے

مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ ⑱ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ⑲

کوئی دوست اور نہ کوئی سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے ○ وہ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور اسکو بھی جو کچھ چھپاتے ہیں سینے ○

وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ

اور اللہ فیصلہ کرے گا ساتھ حق (انصاف) کے اور وہ جن کو پکارتے ہیں اس کے سوا وہ نہیں فیصلہ کر سکتے کسی بھی چیز کا‘

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ؑ ⑳

بلاشبہ اللہ وہی ہے خوب سننے والا‘ خوب دیکھنے والا ○

اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ﴾ ''(اے نبی!) انھیں (قریب) آ پہنچنے والے دن سے ڈرائیے'' یعنی انھیں قیامت کے دن سے ڈرائیے جو بہت قریب ہے' اس کے اہوال اور اس کے زلزلوں کے پہنچنے کا وقت ہو گیا ہے ﴿إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ﴾ ''جب کہ دل گلوں تک آ رہے ہوں گے۔'' یعنی ان کے دل ہوا ہو جائیں گے۔ خوف اور کرب سے دل گلے میں اٹک جائیں گے اور آنکھیں اوپر کی جانب اٹھی کی اٹھی رہ جائیں گی ﴿كَاظِمِينَ﴾ وہ کلام نہیں کر سکیں گے سوائے اس شخص کے' جسے رحمٰن اجازت دے اور وہ درست بات کہے گا۔ وہ دلوں میں چھپے ہوئے خوف اور دہشت کو زبان پر نہیں لائیں گے۔ ﴿وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ﴾ اور ظالموں کا کوئی قریبی اور ساتھی نہیں ہو گا ﴿وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ﴾ ''اور نہ کوئی ایسا سفارشی ہو گا جس کی بات مانی جائے'' کیونکہ اگر سفارشیوں کی سفارش کو فرض کر بھی لیا جائے تب بھی یہ سفارشی شرک کے ذریعے سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والوں کی سفارش نہیں کریں گے۔ اگر یہ سفارش کریں بھی تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش پر راضی ہو گا نہ اس کو قبول کرے گا۔ ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ﴾ ''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے۔'' یہ وہ نظر ہے جسے بندہ اپنے ہم نشین اور ساتھی سے چھپاتا ہے اور یہ چوری کی نظر ہے۔ ﴿وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ﴾ ''اور ان مخفی باتوں کو بھی جو سینوں نے چھپا رکھی ہیں۔'' یعنی وہ امور جنھیں بندہ دوسروں پر ظاہر نہیں کرتا اللہ تعالیٰ سینوں میں چھپے ہوئے ان بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ ظاہری امور سے آگاہ ہونا تو زیادہ اولیٰ ہے۔

﴿وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ﴾ ''اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے'' کیونکہ اس کا قول حق ہے' اس کا حکم شرعی حق ہے اور اس کا حکم جزائی بھی حق ہے۔ اس کا علم محیط ہے' اس نے ہر چیز کو لکھ رکھا ہے اور اس کے پاس ہر چیز محفوظ ہے۔ وہ ظلم' نقص اور تمام عیوب سے پاک ہے۔ وہی ہے جو اپنی قضا و قدر کے مطابق فیصلہ کرتا ہے' جب وہ کوئی چیز چاہتا ہے تو وہ ہو جاتی ہے' جب نہیں چاہتا تو نہیں ہوتی۔ وہ دنیا میں اپنے مومن اور کافر بندوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور فتح و نصرت کے ذریعے سے اپنے اولیا اور محبوب بندوں کی مدد کرتا ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ﴾ ''اور جن کو یہ اس (اللہ) کے سوا پکارتے ہیں'' یہ ان تمام ہستیوں کو شامل ہے جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ ﴿لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ﴾ ''وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔'' کیونکہ وہ عاجز اور بے بس ہیں ان میں بھلائی کا ارادہ معدوم اور وہ اس کے فعل کی استطاعت سے محروم ہیں۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ﴾ اللہ تعالیٰ ہی تمام آوازوں کو' اختلاف زبان اور اختلاف حاجات کے باوجود سنتا ہے۔ ﴿الْبَصِيرُ﴾ ''وہ دیکھنے والا ہے۔'' جو کچھ تھا اور جو کچھ ہے' جو کچھ نظر آتا ہے اور جو کچھ نظر نہیں آتا' جسے بندے جانتے ہیں اور جسے بندے نہیں جانتے' سب اس کی نظر میں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دو آیات کریمہ کی ابتدا میں فرمایا تھا: ﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ﴾ ''ان کو قریب آنے والے دن (قیامت) سے ڈرائیے۔'' پھر اس کے یہ اوصاف بیان فرمائے جو اس عظیم دن کے لیے تیاری کا تقاضا کرتے ہیں کیونکہ یہ ترغیب وترہیب پر مشتمل ہیں۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
کیا نہیں سیر کی انہوں نے زمین میں، پس وہ دیکھتے کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو تھے ان سے پہلے،
كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ
تھے وہ زیادہ سخت ان سے قوت میں اور نشانیوں میں (جو چھوڑ گئے وہ) زمین میں، پس پکڑ لیا انکو اللہ نے بہ سبب انکے گناہوں کے، اور نہ تھا
لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۞ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
ان کیلئے اللہ سے کوئی بچانے والا ○ یہ اس سبب سے کہ بیشک وہ تھے کہ آتے تھے انکے پاس انکے رسول واضح دلیلوں کے ساتھ،
فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۞
تو انہوں نے انکار کیا، پس پکڑ لیا ان کو اللہ نے، بلاشبہ وہ بڑا قوت والا سخت سزا دینے والا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں؟'' یعنی انھوں نے اپنے قلوب وابدان کے ساتھ، گزشتہ قوموں کے آثار میں غور وفکر کرنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے کے لیے چل پھر کر نہیں دیکھا؟ ﴿فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''تاکہ وہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟'' یعنی جو ان سے پہلے انبیاء ورسل کی تکذیب کرنے والے تھے۔ وہ دیکھیں گے کہ ان کا بدترین انجام ہوا وہ تباہ وبرباد کر دیے گئے اور انھیں فضیحت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا، حالانکہ ﴿كَانُوْا﴾ وہ ان لوگوں سے زیادہ طاقتور تھے، یعنی وہ تعداد، ساز وسامان اور جسمانی طور پر بہت طاقتور تھے۔ ﴿وَ﴾ ''اور'' بہت زیادہ تھے ﴿اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ﴾ ''زمین میں (چھوڑے ہوئے) آثار کے لحاظ سے'' یعنی عمارات اور باغات وغیرہ کے لحاظ سے انھوں نے بہت زبردست آثار زمین میں چھوڑے۔ آثار کی قوت آثار چھوڑنے والے کی قوت اور اس کی شان وشوکت پر دلالت کرتی ہے۔

﴿فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں پکڑ لیا'' اپنے عذاب کے ساتھ ﴿بِذُنُوْبِهِمْ﴾ ''ان کے گناہوں کی وجہ سے'' جبکہ انھوں نے ان گناہوں پر اصرار کیا اور ان پر جمے رہے ﴿اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''بے شک وہ صاحب قوت اور سخت عذاب دینے والا ہے۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ کی قوت کے سامنے ان کی قوت کسی کام نہ آئی بلکہ قوم عاد سب سے طاقتور قوم تھی، جو کہا کرتے تھے ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ (حٰمٓ السجدۃ: ۱۵/۴۱) ''ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا بھیجی جس نے ان کے قویٰ مضمحل کر دیے اور

ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کے احوال کا نمونہ بیان فرمایا، یعنی فرعون اور اس کے لشکروں کی مثال، چنانچہ فرمایا:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ قَارُوْنَ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ کو ساتھ اپنی نشانیوں اور (ساتھ) دلیل واضح کے ○ طرف فرعون اور ہامان اور قارون کے

فَقَالُوْا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ

پس انہوں نے کہا: (یہ تو) جادوگر ہے بڑا جھوٹا○ پس جب آیا وہ انکے پاس حق لے کر ہماری طرف سے تو انہوں نے کہا: قتل کرو بیٹوں کو ان لوگوں کے

اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ اسْتَحْیُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَ مَا کَیْدُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَ قَالَ

جو ایمان لائے ساتھ اس (موسیٰ) کے اور زندہ رکھوان کی عورتوں (بیٹیوں) کو اور نہیں تھی چال کافروں کی مگر ناکام ہی ○ اور کہا

فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَ لْیَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَکُمْ اَوْ

فرعون نے: چھوڑو مجھے (تاکہ) قتل کردوں میں موسیٰ کو اور چاہیے کہ پکارے وہ اپنے رب کو بلاشبہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ بدل دے گا تمہارے دین کو یا

اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَ قَالَ مُوْسٰٓی اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ مِّنْ کُلِّ

یہ کہ پھیلائے گا وہ زمین میں فساد ○ اور کہا موسیٰ نے: بے شک میں پناہ میں آتا ہوں اپنے رب کی اور تمہارے رب کی ہر

مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ٣ ع ٧

اس متکبر سے جو نہیں ایمان رکھتا یوم حساب پر ○ اور کہا ایک مرد مومن نے آلِ فرعون میں سے (جو)

یَکْتُمُ اِیْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ

چھپاتا تھا ایمان اپنا، کیا قتل کرتے ہو تم ایک آدمی کو اس بات پر کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور تحقیق وہ لایا ہے تمہارے پاس روشن دلائل

مِنْ رَّبِّکُمْ ؕ وَ اِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْهِ کَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ

تمہارے رب کی طرف سے اور اگر ہے وہ جھوٹا تو اسی پر وبال ہے اسکے جھوٹ کا اور اگر وہ ہے سچا تو پہنچے گا تم کو کچھ حصہ اس (عذاب) کا جسکا

یَعِدُکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ یٰقَوْمِ لَکُمُ الْمُلْکُ

وہ وعدہ کرتا ہے تم سے بیشک اللہ نہیں ہدایت دیتا اس شخص کو کہ ہے وہ حد سے بڑھنے والا بہت جھوٹا ○ اے میری قوم! تمہارے لیے ہی بادشاہی ہے

الْیَوْمَ ظٰهِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ

آج جب کہ غالب ہو تم زمین میں، پس کون مدد کرے گا ہماری اللہ کے عذاب سے اگر آ گیا وہ ہمارے پاس؟ کہا فرعون نے:

مَآ اُرِیْکُمْ اِلَّا مَآ اَرٰی وَ مَآ اَهْدِیْکُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ

نہیں دکھاتا میں تمہیں مگر وہی جو میں دیکھتا ہوں اور نہیں رہنمائی کرتا میں تمہاری مگر بھلائی ہی کے راستے کی ○ اور کہا: اس شخص نے جو ایمان لایا تھا

يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ (٣٠) مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ

اے میری قوم! بلاشبہ میں ڈرتا ہوں تم پر مانند دن (گزشتہ) گروہوں کے سے ○ مانند حال قوم نوح اور عاد

وَّ ثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ (٣١) وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ

اور ثمود کے اور ان لوگوں کے جو ان کے بعد ہوئے اور نہیں اللہ چاہتا ظلم کرنا بندوں پر ○ اور اے میری قوم! بلاشبہ میں ڈرتا ہوں

عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ (٣٢) يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ

تم پر ایک دوسرے کو پکارنے کے دن سے ○ جس دن پھرو (بھاگو) گے تم پیٹھ پھیرتے ہوئے' نہیں ہوگا تمہارے لئے اللہ (کے عذاب) سے کوئی بچانے والا

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (٣٣) وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ

اور جس کو گمراہ کردے اللہ تو نہیں ہے اسکو کوئی ہدایت دینے والا ○ اور البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس یوسف (بھی) اس سے پہلے ساتھ واضح دلائل کے

فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ

پس ہمیشہ رہے تم شک میں اس سے جو وہ لایا تمہارے پاس' یہاں تک کہ جب وہ فوت ہوگیا تو تم نے کہا ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ اس کے بعد

رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۨ (٣٤) الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ

کوئی رسول' اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ اس شخص کو کہ ہو وہ حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا ○ وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں

فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ

اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جو آئی ہو انکے پاس (یہ جھگڑنا) بڑی ناراضی کا باعث ہے نزدیک اللہ کے اور نزدیک ان لوگوں کے جو ایمان لائے

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (٣٥) وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ

اسی طرح مہر لگا دیتا ہے اللہ دل پر ہر متکبر سرکش کے ○ اور کہا فرعون نے: اے ہامان! تو بنا

لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ (٣٦) اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى

میرے لئے ایک بلند عمارت تاکہ پہنچوں میں راستوں پر ○ راستوں پر آسمانوں کے' پس جھانک کر دیکھوں میں موسیٰ کے معبود کیطرف

وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ

اور بیشک میں تو یقیناً گمان کرتا ہوں اسے جھوٹا اور اسی طرح مزین کر دیا گیا فرعون کیلئے اس کا برا عمل اور روک دیا گیا وہ (سیدھے) راستے سے

وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ (٣٧) وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ

اور نہیں تھی چال فرعون کی مگر تباہی ہی میں ○ اور کہا اس شخص نے جو ایمان لایا تھا: اے میری قوم! پیروی کرو تم میری' میں بتلاؤں گا تمہیں

سَبِيْلَ الرَّشَادِ (٣٨) يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ؗ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ

راستہ بھلائی (نیکی) کا ○ اے میری قوم! بلاشبہ یہ زندگانی' دنیا تو کچھ فائدہ اٹھالینا ہے' اور بے شک آخرت' وہی ہے

دَارُ الْقَرَارِ (٣٩) مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا

گھر ٹھہرنے کا ○ جس نے کی کوئی برائی تو نہیں بدلہ دیا جائے گا وہ مگر اسی کے برابر اور جس نے کیا کوئی نیک کام'

منزل ۶

النصف

مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا

وہ مرد ہو یا عورت دراں حالیکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ داخل ہوں گے جنت میں، رزق دیئے جائیں گے وہ اس میں

بِغَيْرِ حِسَابٍ (۴۰) وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ (۴۱)

بے حساب ○ اور اے میری قوم! کیا ہے میرے لئے کہ میں تو بلاتا ہوں تمہیں نجات کی طرف اور تم بلاتے ہو مجھے آگ کی طرف؟ ○

تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى

تم بلاتے ہو مجھے کہ کفر کروں میں اللہ کے ساتھ اور شریک ٹھہراؤں اس کے ساتھ اس کو کہ نہیں ہے مجھے اس کا کوئی علم اور میں بلاتا ہوں تمہیں طرف

الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ (۴۲) لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا

غالب بہت بخشنے والے کی ○ نہیں شک (اس میں) کہ وہ چیز کہ بلاتے ہو تم مجھے اس کی طرف، نہیں ہے اس کیلئے پکار (کا قبول کرنا) دنیا میں اور نہ

فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ (۴۳)

آخرت میں اور بلاشبہ لوٹنا ہمارا اللہ کی طرف ہے اور بلاشبہ حد سے بڑھنے والے ہی ہیں دوزخی ○

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ

پس عنقریب یاد کرو گے تم جو کہتا ہوں میں تم سے اور سونپتا ہوں میں اپنا معاملہ اللہ کی طرف، بلاشبہ اللہ خوب دیکھنے والا ہے

بِالْعِبَادِ (۴۴) فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ

بندوں کو ○ پس بچا لیا اس کو اللہ نے اس تدبیر کی برائیوں سے جو انہوں نے کی اور گھیر لیا آل فرعون کو برے

الْعَذَابِ (۴۵) اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ

عذاب نے ○ (وہ) آگ ہے پیش کئے جاتے ہیں وہ اس پر صبح اور شام اور جس دن قائم ہوگی

السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (۴۶)

قیامت (کہا جائے گا:) داخل کرو آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں ○

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا ﴾ ’’بلاشبہ ہم نے بھیجا‘‘ یعنی ان جیسے مکذبین کی طرف ﴿ مُوْسٰى ﴾ موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو ﴿ بِاٰيٰتِنَا ﴾ ’’اپنی (بڑی بڑی) نشانیوں کے ساتھ‘‘ جو موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی حقیقت اور مشرکین کے موقف کے بطلان پر قطعی طور پر دلالت کرتی تھیں۔ ﴿ وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴾ یعنی ایک واضح حجت کے ساتھ جو دلوں پر مسلط ہو کر ان کو سرنگوں کر دیتی ہے، مثلاً سانپ اور عصا اور اس قسم کے دیگر معجزات جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد فرمائی اور ان کے لیے حق کی دعوت کو آسان بنایا۔

اور جن کی طرف بھیجا گیا وہ تھے ﴿ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ﴾ فرعون، اس کا وزیر ہامان ﴿ وَقَارُوْنَ ﴾ ’’اور قارون‘‘۔ قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تعلق رکھتا تھا مگر اس نے اپنے مال و دولت کی وجہ سے اپنی قوم سے

بغاوت کی۔ ان سب لوگوں نے نہایت سختی سے آپ کی دعوت کو رد کر دیا۔ ﴿فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾ ”تو انھوں نے کہا: یہ تو جادوگر ہے جھوٹا۔“

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا﴾ ”پس جب وہ ہماری طرف سے حق لے کر ان کے پاس آئے“ اور اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے معجزات کے ذریعے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تائید فرمائی جو مکمل اطاعت کے موجب تھے مگر انھوں نے اطاعت نہ کی۔ انھوں نے مجرد ترک اطاعت اور روگردانی کرتے ہوئے ان کے انکار اور باطل کے ذریعے سے ان کی مخالفت ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کی جرأت کا یہ حال تھا کہ کہنے لگے: ﴿اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ اسْتَحْیُوْا نِسَآءَهُمْ وَ مَا كَیْدُ الْكٰفِرِیْنَ﴾ ”جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دو اور نہیں ہے کافروں کی چال“ وہ یہ سازش کرنے ہی والے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ اگر وہ ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے تو یہ طاقتور نہیں ہو سکیں گے اور یہ ان کی غلامی میں مطیع بن کر رہیں گے لہٰذا نہ ہوئی ان کی چال ﴿اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ﴾ ”مگر ناکام“ کیونکہ ان کا مقصد پورا نہیں ہوا تھا بلکہ ان کے مقاصد کے برعکس نتیجہ حاصل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا اور تباہ و برباد کر دیا۔

قاعدہ: اس نکتے پر غور کیجیے جو کتاب اللہ میں کثرت سے پیش آتا ہے، جب آیات کریمہ کا سیاق کسی معین قصے یا معین چیز میں ہو اور اللہ تعالیٰ اس معین قصے پر کوئی حکم لگانا چاہتا ہو تو وہ اس حکم کو اس قصے کے ساتھ مختص کر کے ذکر نہیں فرماتا بلکہ اسے اس کے وصف عام پر معلق کرتا ہے تاکہ یہ حکم عام ہو اور اس میں وہ صورت بھی شامل ہو جس کے لیے کلام لایا گیا ہے اور اس معین قصے کے ساتھ حکم کے اختصاص کی بنا پر پیدا ہونے والا وہم ختم ہو جائے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے (وَمَا كَيْدُهُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ) نہیں کہا بلکہ فرمایا: ﴿وَ مَا كَیْدُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ﴾

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ﴾ فرعون نے نہایت تکبر کے ساتھ اور اپنی قوم کے بے وقوفوں کو فریب میں مبتلا کرتے ہوئے کہا: ﴿ذَرُوْنِیْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَ لْیَدْعُ رَبَّهٗ﴾ ”مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور اسے چاہیے کہ وہ اپنے رب کو بلا لے۔“ فرعون سمجھتا تھا...... اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے...... اگر اسے اپنی قوم کی دل جوئی مقصود نہ ہوتی تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرا دیتا اور فرعون یہ بھی سمجھتا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے رب سے دعا کرنا اسے اپنے ارادے پر عمل کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر فرمایا جس کی بنا پر فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس نے اپنی قوم کی خیر خواہی اور زمین پر ازالۂ شر کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تھا، چنانچہ اس نے کہا: ﴿اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ﴾ ”مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ تمھارے دین کو نہ بدل دے۔“ جس پر تم چل رہے ہو ﴿اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ﴾ ”یا وہ ملک میں فساد نہ پیدا کر دے۔“ یہ بہت ہی تعجب خیز امر ہے کہ

ایک بدترین انسان لوگوں کی خیر خواہی کے لیے ان کو مخلوق میں سے بہترین ہستی کی اتباع سے روکے۔ یہ درحقیقت باطل کو فریب کاری کے خوبصورت پردے میں چھپانا ہے۔ یہ کام صرف وہی عقل سرانجام دے سکتی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ (الزخرف: ۴۳/۵۴) ''فرعون نے اپنی قوم کو ہلکا (بے وقوف) جانا اور انھوں نے بھی اس کی اطاعت کی، وہ درحقیقت فاسقوں کا گروہ تھا۔''

﴿وَقَالَ مُوْسٰٓى﴾ ''موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا:'' جب فرعون نے یہ بڑ ہانکی، جس کا موجب اس کی سرکشی تھی اور سرکشی پر مبنی یہ بات کہنے میں فرعون نے اپنی قوت و اقتدار سے مدد لی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے مدد طلب کرتے ہوئے کہا: ﴿اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ﴾ ''میں اپنے اور تمھارے رب کی پناہ لے چکا ہوں۔'' یعنی میں اس کی ربوبیت کی پناہ مانگتا ہوں، جس کے ذریعے سے میرے رب نے تمام امور کی تدبیر کی ہے ﴿مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾ ''ہر متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتا۔'' یعنی جس کا تکبر اور یوم حساب پر عدم ایمان، اسے شر اور فساد پر آمادہ کرتا ہے۔ اس عموم میں فرعون اور اس کے ہم صفات دیگر افراد داخل ہیں جیسا کہ قریب ہی گزشتہ سطور میں یہ قاعدہ گزر چکا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یوم حساب کے منکر ہر متکبر سے محفوظ و مامون رکھا اور آپ کو ایسے اسباب مہیا فرمائے جن کی بنا پر فرعون اور اس کے درباریوں کا شر آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔

ان جملہ اسباب میں سے وہ صاحب ایمان شخص بھی ہے جو آل فرعون سے تعلق رکھتا تھا بلکہ کاروبار مملکت میں شامل تھا۔ لازماً اس کی بات سنی جاتی ہوگی خاص طور پر جب وہ ان سے موافقت کا اظہار کرتا تھا اور اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کیونکہ اس صورت میں عام طور پر وہ اس کی رعایت رکھتے تھے اگر وہ ظاہر میں ان کی موافقت نہ کرتا تو وہ یہ رعایت نہ رکھتے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو آپ کے چچا ابوطالب کے ذریعے سے قریش سے محفوظ رکھا۔ ابوطالب ان کے نزدیک ایک بڑا سردار تھا ان کے دین ہی کی موافقت کرتا تھا۔ اگر وہ مسلمان ہوتا تو وہ آپ کی اس طرح حفاظت نہ کرسکتا۔

اس توفیق یافتہ، عقل مند اور دانا مومن نے اپنی قوم کے فعل کی قباحت واضح کرتے ہوئے کہا: ﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّىَ اللّٰهُ﴾ ''کیا تم ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔'' یعنی تم اس کے قتل کو کیونکر جائز سمجھتے ہو؟ اس کا گناہ صرف یہی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور اس کا قول دلائل سے خالی بھی نہیں، اس لیے صاحب ایمان نے کہا: ﴿وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''اور وہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے'' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات اتنے مشہور ہوگئے کہ چھوٹے بڑے سب جانتے تھے، اس لیے یہ چیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی موجب نہیں بن سکتی۔ تم نے اس سے پہلے،

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تمھارے پاس حق لے کر آئے' اس کا دلیل کے ذریعے سے ابطال کیوں نہیں کیا کہ دلیل کا مقابلہ دلیل سے کیا ہوتا' پھر اس کے بعد غور کرتے کہ آیا اس پر دلیل میں غالب آنے کے بعد اس کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اب جبکہ حجت اور دلیل میں وہ تمھیں نیچا دکھا چکا ہے۔ تمھارے درمیان اور اس کے قتل کے جواز کے درمیان بہت فاصلہ حائل ہے جسے طے نہیں کیا جا سکتا' پھر اس نے ان سے عقل کی بات کہی جو ہر حال میں ہر عقل مند کو مطمئن کر دیتی ہے۔ ﴿ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ﴾ ''اگر وہ جھوٹا ہو گا تو اس کے جھوٹ کا ضرر اسی کو ہو گا اور اگر سچا ہو گا تو اس عذاب کا بعض حصہ تم پر واقع ہو کر رہے گا' جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے۔'' یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ دو امور میں سے کسی ایک پر معلق ہے یا تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں یا وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اگر وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں تو ان کے جھوٹ کا وبال انھی پر ہے اور اس کا ضرر بھی انھی کے ساتھ مختص ہے تمھیں اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا کیونکہ تم نے اس دعوے کی تصدیق نہیں کی اور اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں اور انھوں نے تمھارے سامنے اپنی صداقت کے دلائل بھی پیش کیے ہیں اور تمھیں یہ وعید بھی سنائی ہے کہ اگر تم نے ان کی دعوت کو قبول نہ کیا تو اللہ تمھیں اس دنیا میں عذاب دے گا اور آخرت میں بھی تمھیں جہنم میں داخل کرے گا' لہٰذا ان کی وعید کے مطابق تم دنیا میں بھی اس عذاب کا ضرور سامنا کرو گے۔ یہ اس صاحب ایمان شخص اور اس کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدافعت کا نہایت لطیف پیرایہ ہے کہ اس نے ان لوگوں کو ایسا جواب دیا جو ان کے لیے کسی تشویش کا باعث نہ تھا۔ پس اس نے معاملے کا دارومدار ان مذکورہ دو حالتوں پر رکھا اور دونوں لحاظ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قتل ان کی سفاہت اور جہالت تھی۔

پھر وہ صاحب ایمان شخص رضی اللہ عنہ اس بارے میں' ایک ایسے معاملے کی طرف منتقل ہوا جو اس سے بہتر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق کے قریب ہونے کو زیادہ واضح کرتا ہے' چنانچہ اس نے کہا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ ﴾ ''بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھا ہوا ہو'' یعنی جو حق کو ترک اور باطل کی طرف متوجہ ہو کر تمام حدیں پھلانگ جاتا ہے۔ ﴿ كَذَّابٌ ﴾ ''جھوٹا ہو'' جو حدود سے تجاوز پر مبنی اپنے موقف کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ راہ صواب نہیں دکھاتا' نہ اس کے مدلول میں اور نہ اس کی دلیل میں اور نہ اسے راہ راست کی توفیق ہی سے بہرہ مند کرتا ہے۔

تم نے دیکھ لیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حق کی طرف دعوت دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی کی اور انھوں نے عقلی دلائل و براہین اور آسمانی معجزات کے ذریعے سے اس حق کو واضح کر دیا۔ جسے یہ راستہ مل جائے' ممکن نہیں کہ وہ حد سے تجاوز کرنے والا اور کذاب ہو' یہ اس کے کامل علم و عقل اور اس کی معرفت الٰہی کی دلیل ہے۔

پھر اس صاحب ایمان نے اپنی قوم کی خیر خواہی کرتے ہوئے ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور انھیں

ظاہری اقتدار کے دھوکے میں مبتلا ہونے سے روکا، اس نے کہا: ﴿ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ﴾ ''اے میری قوم! آج تمھاری بادشاہت ہے۔'' یعنی دنیا کے اندر ﴿ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''تم ہی اپنی سرزمین میں غالب ہو'' تم اپنی رعیت پر غالب ہو اور ان پر جو حکم چاہتے ہو نافذ کرتے ہو۔ فرض کیا تمھیں یہ اقتدار پوری طرح حاصل ہو جاتا ہے، حالانکہ تمھارا یہ اقتدار مکمل نہ ہوگا ﴿ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ ﴾ ''تو ہمیں اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا'' ﴿ اِنْ جَآءَنَا ﴾ ''اگر وہ (عذاب) ہمارے پاس آجائے۔''

یہ اس مومن شخص کی طرف سے دعوت کا نہایت حسین اسلوب ہے کیونکہ اس نے معاملے کو اپنے اور ان کے درمیان مشترک رکھا۔ اس کا قول تھا ﴿ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا ﴾ اور ﴿ اِنْ جَآءَنَا ﴾ تاکہ ان کو باور کرا سکے کہ وہ ان کا اسی طرح خیر خواہ ہے جس طرح وہ خود اپنی ذات کا خیر خواہ ہے اور ان کے لیے بھی وہی کچھ پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

﴿ قَالَ فِرْعَوْنُ ﴾ اس بارے میں فرعون نے اس مرد مومن کی مخالفت اور اپنی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے بچانے کے لیے ان کو فریب میں مبتلا کرتے ہوئے کہا: ﴿ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴾ ''میں تمھیں وہی بات سمجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی ہے اور تمھیں وہی راہ بتاتا ہوں جس میں بھلائی ہے۔'' وہ اپنے قول: ﴿ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى ﴾ ''میں تمھیں وہی بات سمجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی ہے'' میں بالکل سچا ہے مگر اسے کیا بات سوجھی ہے؟ اسے یہ بات سوجھی ہے کہ وہ اپنی قوم کو ہلکا (بے وقوف) سمجھے اور وہ اس کی پیروی کریں تاکہ اس کی ریاست قائم رہے۔ وہ جانتا تھا کہ حق اس کے ساتھ نہیں ہے بلکہ حق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے، اسے اس بات کا یقین تھا بایں ہمہ اس نے حق کا انکار کر دیا۔ البتہ اس نے اپنے اس قول میں جھوٹ بولا: ﴿ وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴾ ''اور میں تو تمھیں صرف ہدایت کی راہ دکھاتا ہوں۔'' یہ حق کو بدل ڈالنا ہے۔

اگر فرعون نے اپنی قوم کو صرف اتنا سا حکم دیا ہوتا کہ وہ اس کے کفر اور گمراہی میں اس کی اتباع کریں تو یہ برائی کم تر ہوتی، مگر اس نے تو اپنی قوم کو اپنی اتباع کا حکم دیا اور اس پر مستزاد یہ کہ اسے یہ بھی زعم تھا کہ اس کی اتباع حق کی اتباع ہے اور حق کی اتباع کو گمراہی خیال کرتا تھا۔

﴿ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ ﴾ ''وہ شخص جو ایمان لایا تھا کہنے لگا:'' یعنی اپنی قوم سے مایوس ہوئے بغیر مسلسل دعوت دیتے ہوئے...... جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والوں کی عادت ہے، وہ لوگوں کو اپنے رب کی طرف دعوت دیتے رہتے ہیں، کوئی روکنے والا انھیں روک سکتا ہے نہ کوئی سرکش انھیں بار بار دعوت دینے سے باز رکھ سکتا ہے...... ان سے کہا: ﴿ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴾ ''اے میری قوم! مجھے تمھاری نسبت

خوف ہے کہ تم پر دوسری امتوں کی طرح کے (برے) دن کا عذاب نہ آ جائے۔“ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی اور اکٹھے ہو کر انبیاء کی مخالفت کی۔ پھر اس نے واضح کرتے ہوئے کہا: ﴿ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ﴾ ”قوم نوح، عاد اور ثمود اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں ان کے حال کی طرح۔“ یعنی جیسا کہ کفر اور تکذیب میں ان قوموں کی عادت تھی۔ اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ تھا کہ آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا ہی میں ان پر عذاب نازل کیا۔ ﴿ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا“ کہ ان کو کسی گناہ اور جرم کے بغیر عذاب دے دے۔

اس نے ان کو دنیاوی عذاب سے ڈرانے کے بعد اخروی عقوبت سے ڈراتے ہوئے کہا: ﴿ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴾ ”اے میری قوم! مجھے تمھاری نسبت پکار (قیامت) کے دن کا خوف ہے۔“ یعنی قیامت کے دن کا جب اہل جنت اہل جہنم کو پکاریں گے: ﴿ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴾ (الأعراف: ٤٤/٧) ”ہم نے تو ان وعدوں کو سچا پایا جو ہم سے ہمارے رب نے کیے تھے، کیا تم سے تمھارے رب نے جو وعدے کیے تھے تم نے بھی انھیں سچا پایا؟ وہ کہیں گے ہاں! پھر ان کے درمیان ایک پکارنے والا پکارے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو جو لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی پیدا کرنا چاہتے تھے اور وہ آخرت کے (بھی) منکر تھے۔“ اور اہل جہنم اہل جنت کو پکاریں گے: ﴿ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (الأعراف: ٥٠/٧) ”اور جہنمی اہل جنت کو پکاریں گے کہ تھوڑا سا پانی ہماری طرف بھی بہا دو، یا اس رزق میں سے ہمیں بھی کچھ دے دو، جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں عطا کیا ہے۔ اہل جنت جواب دیں گے کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔“ اور جب اہل جہنم، داروغۂ جہنم (مالک) کو پکاریں گے تو وہ انھیں جواب دے گا: ﴿ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴾ (الزخرف: ٧٧/٤٣) ”تم جہنم میں رہو گے۔“ اور جب اہل جہنم اپنے رب کو پکاریں گے: ﴿ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴾ (المؤمنون: ١٠٧/٢٣) اے ہمارے رب! ہمیں اس جہنم سے نکال اگر ہم دوبارہ نافرمانی کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔“ اللہ تعالیٰ انھیں جواب دے گا: ﴿ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴾ (المؤمنون: ١٠٨/٢٣) ”دفع ہو جاؤ اور پڑے رہو اسی جہنم میں اور میرے ساتھ بات نہ کرو۔“ اور جب مشرکین سے کہا جائے گا۔ ﴿ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ ﴾ (القصص: ٦٤/٢٨) ”اپنے خود ساختہ شریکوں کو پکارو! وہ انھیں پکاریں گے، مگر وہ ان کو کوئی جواب نہ دیں گے۔“

پس اس مرد مومن نے ان کو اس ہولناک دن سے ڈرایا اور اسے اس پر بڑی تکلیف ہوئی کہ وہ اس کے باوجود اپنے شرک پر جمے ہوئے ہیں، بنابریں اس نے کہا: ﴿ يَوْمَ تُوَلُّونَ مُدْبِرِينَ ﴾ ''جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگے بھاگے پھرو گے'' یعنی جب تمھیں جہنم کی طرف لے جایا جائے گا ﴿ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ﴾ ''تو تمھیں اللہ کے سوا کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔'' یعنی تم خود اپنی طاقت سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور کر سکو گے نہ اللہ کے سوا کوئی تمھاری مدد کر سکے گا۔ ﴿ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ○ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ○ ﴾ (الطارق: ۸۶/۹۔۱۰) ''جس روز دلوں کے بھید جانچے جائیں گے، اس روز اس کا بس چلے گا نہ کوئی اس کی مدد کرنے والا ہوگا۔''

﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾ ''اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں'' کیونکہ ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے بارے میں یہ جانتے ہوئے کہ وہ اپنی خباثت کی وجہ سے ہدایت کے لائق نہیں، ہدایت سے محروم کر دے، تو اس کے لیے ہدایت کا کوئی راستہ نہیں۔

﴿ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ ﴾ ''اور یوسف (علیہ السلام) بھی تمھارے پاس آئے۔'' یعنی یوسف بن یعقوب علیہ السلام ﴿ مِنْ قَبْلُ ﴾ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے یوسف علیہ السلام اپنی صداقت پر واضح دلائل لے کر آئے اور تمھیں اپنے اکیلے رب کی عبادت کرنے کا حکم دیا ﴿ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ﴾ ''تو وہ جو لائے تھے اس کے بارے میں تم ہمیشہ شک میں رہے۔'' یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں ﴿ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ ﴾ ''حتیٰ کہ جب وہ فوت ہوگئے۔'' تو تمھارے شک اور شرک میں مزید اضافہ ہوگیا اور ﴿ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ﴾ ''تم نے کہا کہ اس کے بعد اللہ کوئی پیغمبر نہیں بھیجے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمھارا گمان باطل تھا اور تمھارا اندازہ قطعاً اس کی شان کے لائق نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بے کار نہیں چھوڑتا کہ ان کو نیکی کا حکم دے نہ برائی سے منع کرے، بلکہ ان کی طرف اپنے رسول مبعوث کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ وہ رسول مبعوث نہیں کرتا گمراہی پر مبنی نظریہ ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ﴾ ''اسی طرح اللہ اس شخص کو گمراہ کر دیتا ہے جو حد سے نکل جانے والا اور شک کرنے والا ہو۔'' یہ ہے ان کا وہ حقیقی وصف جس سے انھوں نے محض ظلم اور تکبر کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موصوف کیا۔ وہ حق سے تجاوز کر کے گمراہی میں مبتلا ہونے کے باعث حد سے گزرے ہوئے اور انتہائی جھوٹے لوگ تھے کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کیا اور اس کے رسول کو جھٹلایا، چنانچہ جھوٹ اور حد سے تجاوز کرنا جس کا وصف لاینفک ہو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت سے نوازتا ہے نہ بھلائی کی توفیق سے بہرہ مند کرتا ہے کیونکہ جب حق اس کے پاس پہنچا تو اس نے حق کو پہچان لینے کے بعد بھی ٹھکرا دیا۔ پس اس کی جزا یہ ہے کہ اللہ اس سے ہدایت روک لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ﴾ (الصف: ۶۱/۵) ''جب ان لوگوں نے کج روی اختیار کی تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔''

نیز فرمایا: ﴿ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴾ (الأنعام: ٦/ ١١٠) ’’ہم ان کے دل ونگاہ کو اسی طرح پھیر دیتے ہیں جس طرح وہ پہلی مرتبہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں سرگرداں چھوڑ دیتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ’’اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حد سے گزرنے والے شکی شخص کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾ ’’جو لوگ اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں‘‘ جن آیات کی وجہ سے حق اور باطل میں امتیاز ہوا اور ظاہر و باہر ہونے کی بنا پر ایسے تھیں جیسے نگاہ کے لیے سورج۔ وہ ان آیات کے روشن اور واضح ہونے کے باوجود ان کے بارے میں جھگڑتے ہیں تاکہ ان کا ابطال کر سکیں۔ ﴿ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ﴾ ’’بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی سند (دلیل) آئی ہو۔‘‘ یعنی بغیر کسی حجت و برہان کے۔ یہ ہر اس شخص کا وصف لازم ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں جھگڑتا ہے کیونکہ دلیل کے ساتھ جھگڑنا ممکن نہیں کوئی چیز حق کا سامنا نہیں کر سکتی اور یہ ممکن نہیں کہ دلیل شرعی یا دلیل عقلی حق کے معارض ہو۔

﴿ كَبُرَ ﴾ یہ قول بڑی ناراضی والا ہے جو باطل کے ذریعے سے حق کو ٹھکرانے کو متضمن ہے ﴿ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ’’(سخت) ناپسندیدہ ہے یہ رویہ اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک‘‘ اللہ تعالیٰ ایسی بات کہنے والے پر سخت ناراض ہے کیونکہ یہ حق کی تکذیب اور باطل کی تصدیق کو متضمن ہے۔ ان اوصاف پر اور اس شخص پر جو ان اوصاف سے متصف ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے مومن بندے بھی اپنے رب کی موافقت میں اس پر سخت ناراض ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اس لیے ان کی ناراضی اس شخص کی قباحت اور برائی کی دلیل ہے جس پر یہ ناراض ہوں۔

﴿ كَذٰلِكَ ﴾ یعنی اسی طرح جیسے آل فرعون کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ﴿ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴾ ’’اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے‘‘ جو حق کو ٹھکرا کر اپنے رویے میں تکبر کا اظہار کرتا ہے اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ حقارت سے پیش آ کر تکبر کا مظاہرہ کرتا ہے اور اپنے ظلم اور تعدی کی کثرت کی بنا پر جابروں کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔

﴿ قَالَ فِرْعَوْنُ ﴾ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت اور آپ کی اللہ رب العلمین‘ جو عرش پر مستوی اور مخلوق سے بلند ہے‘ کے اقرار کی طرف دعوت کی تکذیب کرتے ہوئے کہا: ﴿ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا ﴾ ’’اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت تعمیر کراؤ‘‘ یعنی ایک بہت عظیم الشان اور بہت بلند عمارت بناؤ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ میں دیکھ لوں ﴿ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ﴾ ’’موسیٰ کے معبود کو اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا

ہوں۔'' میں موسیٰ کو اس کے اس دعوے میں جھوٹا سمجھتا ہوں کہ ہمارا کوئی رب ہے اور وہ آسمانوں کے اوپر ہے مگر وہ چاہتا تھا کہ فرعون احتیاط سے کام لے کر معاملے کی خود خبر لے اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر کرتے ہوئے' جس نے فرعون کو ایسا کرنے پر آمادہ کیا تھا فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ﴾ ''اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا۔'' شیطان اس کی بداعمالی کو سجاتا رہا' اس برے عمل کی طرف اسے دعوت دیتا رہا۔ اس عمل کو خوبصورت اور نیک عمل بنا کر اس کے سامنے پیش کرتا رہا حتیٰ کہ وہ اسے اچھا عمل سمجھنے لگا اور اس نے لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی اور اپنے اس عمل کے بارے میں اس طرح مناظرہ کرنے لگا جس طرح حق پرست مناظرہ کرتے ہیں' حالانکہ وہ سب سے بڑا مفسد تھا۔

﴿وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ﴾ ''اور راہ راست سے روک دیا گیا'' اس باطل کے سبب سے' جو اس کے سامنے مزین کیا گیا تھا' راہ حق سے روکا گیا۔ ﴿وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ﴾ ''اور نہیں تھا مکر فرعون کا'' جس کے ذریعے سے اس نے حق کے خلاف سازش کی اور اس کے ذریعے سے لوگوں پر ظاہر کیا کہ اس کا موقف حق اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا موقف باطل ہے۔ ﴿اِلَّا فِيْ تَبَابٍ﴾ ''مگر تباہی کا۔'' یعنی خسارے اور ہلاکت کا شکار ہوگا اور یہ سازش فرعون کو دنیا و آخرت میں بدبختی کے سوا کچھ فائدہ نہ دے گی۔ ﴿وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ﴾ اس صاحب ایمان نے اپنی قوم کو دوبارہ نصیحت کرتے ہوئے کہا: ﴿يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ﴾ ''اے میری قوم! میری اتباع کرو' میں تمھیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں گا۔'' ہدایت کا راستہ وہ نہیں جو فرعون کہتا ہے کیونکہ وہ صرف گمراہی اور فساد کی راہ دکھاتا ہے۔ ﴿يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ﴾ ''اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو بس چند یوم کا فائدہ ہے۔'' دنیا کی زندگی ایک متاع ہے' جس کی نعمتوں سے بہت کم فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے' پھر یہ متاع مضمحل ہو کر منقطع ہو جائے گی' اس لیے یہ متاع دنیا تمھیں ان مقاصد کے بارے میں دھوکے اور فریب میں نہ ڈال دے جن کے لیے تمھیں پیدا کیا گیا ہے۔ ﴿وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ﴾ ''اور ہمیشہ رہنے کا گھر تو آخرت ہی ہے۔'' جو اقامت گاہ اور سکون و استقرار کا گھر ہے تمھیں چاہیے کہ تم آخرت کو ترجیح دو اور ایسے عمل کرو جو تمھیں آخرت میں سعادت سے ہم کنار کریں۔

﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً﴾ ''جو شخص برائی کرے گا'' جس نے شرک' فسق یا معصیت کا ارتکاب کیا ﴿فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا﴾ ''اسے ویسا ہی بدلہ ملے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اسے صرف اسی کی سزا دے گا جو اس نے برائی کی ہے اور اسی قدر اس کو عذاب دے گا جس قدر اس نے برائی کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں برائی کا بدلہ برائی ہے۔

﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى﴾ ''اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت'' یعنی اعمالِ قلوب' اعمالِ جوارح اور اقوالِ لسان میں سے ﴿وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

”اور وہ مومن ہو تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے، وہاں انھیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔“ یعنی ان کو بلا حد و حساب اجر عطا کیا جائے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ انھیں اتنا اجر عطا کرے گا کہ ان کے اعمال وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ اس مرد مومن نے کہا: ﴿وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ﴾ ”اور اے میری قوم! میرا کیا حال ہے کہ میں تو تمھیں نجات کی طرف بلاتا ہوں۔“ یعنی اس بات کے ذریعے سے جو میں نے تم سے کہی ہے۔ ﴿وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ﴾ اور تم اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کی اتباع ترک کر کے مجھے آگ کی طرف بلا رہے ہو۔

پھر اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ﴾ ”تم مجھے اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس کے ساتھ اس کو شریک کروں جس کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں۔“ یعنی جس کے بارے میں مجھے علم نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کا مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں بلا علم بات کہنا سب سے بڑا اور انتہائی گھناؤنا گناہ ہے۔ ﴿وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ﴾ ”جبکہ میں تمھیں غالب (اللہ) کی طرف بلاتا ہوں“ جو تمام طاقت کا مالک ہے اور غیر اللہ کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔ ﴿الْغَفَّارِ﴾ ”بہت زیادہ بخشنے والا ہے“ جب بندے اپنی جانوں پر زیادتی کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضی مول لینے کی جراَت کرتے ہیں پھر وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں اور گناہوں کو مٹا ڈالتا ہے اور اس کے نتیجے میں ملنے والی دنیاوی اور اخروی سزا کو ہٹا دیتا ہے۔

﴿لَا جَرَمَ﴾ یقیناً ﴿اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ﴾ ”جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو اس کے لیے نہ دنیا میں کوئی دعوت (پکارا جانا) ہے اور نہ آخرت میں۔“ یعنی جس ہستی کی طرف تم مجھے دعوت دے رہے ہو وہ اس کی مستحق نہیں کہ اس کی طرف دعوت دی جائے یا دنیا و آخرت میں اس کی پناہ لینے کی ترغیب دی جائے کیونکہ وہ عاجز و ناقص ہستی ہے، جو کسی کو نفع و نقصان پہنچانے، زندگی اور موت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں۔ ﴿وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ﴾ ”اور ہمیں اللہ کی طرف لوٹنا ہے“ اور وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔ ﴿وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾ ”اور بے شک زیادتی کرنے والے جہنمی ہیں۔“ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کے حضور کفر اور معاصی کے ارتکاب کی جسارت کر کے اپنے آپ پر زیادتی کی۔

جب اس شخص نے ان کی خیر خواہی کی اور ان کو برے انجام سے ڈرایا اور انھوں نے اس کی اطاعت کی نہ اس کی بات مانی، تو اس نے ان سے کہا: ﴿فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ﴾ ”جو کچھ میں تمھیں کہہ رہا ہوں عنقریب تم اسے یاد کرو گے۔“ یعنی تم میری اس خیر خواہی کو یاد کرو گے اور اس خیر خواہی کو قبول نہ کرنے کا انجام خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے جب تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا اور تم اللہ تعالیٰ کے بے پایاں ثواب سے محروم کر دیے جاؤ گے۔ ﴿وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ ”اور میں تو اپنا معاملہ اللہ ہی کے سپرد کرتا ہوں۔“ یعنی میں اللہ کی پناہ لیتا

ہوں اور اپنے تمام امور اسی پر چھوڑتا ہوں۔ میں اپنے مصالح میں اور اس ضرر کو دور کرنے میں، جو تمھاری طرف سے یا کسی اور کی طرف سے لاحق ہو سکتا ہے، اللہ پر بھروسا کرتا ہوں۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''یقیناً اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔'' وہ ان کے تمام احوال کو اور جس چیز کے وہ مستحق ہیں خوب جانتا ہے۔ وہ میرے حال اور میری کمزوری کو بھی جانتا ہے۔ وہ تم سے میری حفاظت کرے گا اور تمھارے شر کے مقابلے میں میرے لیے کافی ہوگا۔ تم اس کے ارادے اور اس کی مشیت کے بغیر کوئی تصرف نہیں کر سکتے۔ اگر وہ تمھیں مجھ پر مسلط کر دے تو اس میں بھی اس کی کوئی حکمت ہوگی اور یہ بھی اس کے ارادے اور مشیت سے صادر ہوگا۔

﴿فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا﴾ ''پس اللہ نے اسے ان کی تدبیروں کے شر سے محفوظ رکھ لیا۔'' قوت والے اللہ نے اس توفیق یافتہ مرد مومن کو فرعون اور آل فرعون کی سازشوں سے بچا لیا جو انھوں نے اس کو ہلاک کرنے کے لیے کی تھیں کیونکہ اس نے ان کے سامنے ایسے امور کا اظہار کیا تھا جو انھیں ناپسند تھے، ان کے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پوری موافقت کا اظہار کیا اور ان کے سامنے وہی دعوت پیش کی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیش کی تھی۔

یہ ایک ایسا معاملہ تھا جسے وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے اس وقت طاقت اور اقتدار ان کے پاس تھا اور اس نے ان کو سخت غضب ناک کر دیا تھا، چنانچہ انھوں نے اس کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کے مکروفریب سے محفوظ رکھا، ان کی سازشیں اور منصوبے انھی پر الٹ گئے۔ ﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ﴾ ''اور آلِ فرعون کو برے عذاب نے آ گھیرا۔'' اللہ تعالیٰ نے ایک ہی عذاب میں ان کے آخری شخص تک کو سمندر میں غرق کر دیا۔

اور برزخ میں ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ ''وہ صبح و شام آگ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور جس روز قیامت برپا ہوگی (تو کہا جائے گا:) آل فرعون کو سخت عذاب میں داخل کر دو۔'' یہ وہ سزائیں ہیں جو اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے اور اس کے احکام سے عناد رکھنے والوں کو دی جائیں گی۔

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ
اور جب وہ باہم جھگڑیں گے جہنم میں، پس کہیں گے کمزور لوگ ان لوگوں سے جنھوں نے تکبر کیا تھا، بلاشبہ ہم تو تھے تمہارے
تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ (٤٧) قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا
تابع، کیا پس تم ہٹاؤ گے ہم سے کچھ حصہ آگ سے؟ ○ کہیں گے وہ لوگ جنھوں نے تکبر کیا تھا، بے شک ہم
كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ (٤٨) وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ
سب ہی اس (آگ) میں ہیں، بلاشبہ اللہ نے تحقیق فیصلہ (بھی) کر دیا ہے درمیان بندوں کے ○ اور کہیں گے وہ (سب) لوگ جو آگ میں ہوں گے دربانان

جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ

جہنم سے دعا کرو تم اپنے رب سے ہلکا کر دے وہ ہم سے کسی دن کچھ عذاب ○ وہ کہیں گے: کیا نہیں تھے آتے تمہارے پاس

رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا

تمہارے رسول ساتھ واضح دلائل کے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، وہ کہیں گے: پس تم (خود ہی) دعا کرو اور نہیں ہوگی دعا

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾

کافروں کی مگر بے کاری ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اہل جہنم کے جھگڑنے، ایک دوسرے پر عتاب کرنے اور جہنم کے داروغے سے مدد مانگنے اور اس کے بے فائدہ ہونے کے بارے میں آگاہ کرتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ﴾ ”اور جب وہ دوزخ میں باہم جھگڑیں گے۔“ یعنی پیروکار یہ حجت پیش کریں گے کہ ان کے قائدین نے ان کو گمراہ کیا اور قائدین اپنے پیروکاروں سے بیزاری اور براءت کا اظہار کریں گے۔

﴿فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا﴾ ”پس کمزور کہیں گے“ یعنی پیروکار ﴿لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا﴾ ان قائدین سے جنھوں نے حق کے خلاف تکبر کیا اور جنھوں نے ان کو اس موقف کی طرف بلایا جو ان کے تکبر کا باعث تھا۔ ﴿اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا﴾ ”ہم تمھارے تابع تھے۔“ تم نے ہم کو گمراہ کیا اور ہمارے سامنے شرک اور شر کو مزین کیا ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ﴾ ”تو کیا تم دوزخ کے عذاب کا کچھ حصہ ہم سے دور کر سکتے ہو؟“ خواہ وہ کتنا ہی قلیل ہو۔ ﴿قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا﴾ ”بڑے آدمی کہیں گے۔“ یعنی اپنی بے بسی اور سب پر حکم الٰہی کے نفاذ کا ذکر کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ﴾ ”ہم سب اس (دوزخ) میں ہیں، بے شک اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا۔“ یعنی ہر ایک کے لیے عذاب کا ایک حصہ ہے جس میں اضافہ یا کمی نہیں ہوگی اور حکیم نے جو فیصلہ کیا ہے اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوگا۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ﴾ ”اور جو لوگ آگ میں ہوں گے وہ کہیں گے۔“ یعنی وہ تکبر کرنے والے اور کمزور لوگ جو آگ میں ڈالے گئے تھے ﴿لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ﴾ ”دوزخ کے داروغوں سے: اپنے رب سے دعا کرو کہ ایک روز تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے“ شاید اس سے کچھ راحت حاصل ہو، ﴿قَالُوْٓا﴾ تو جہنم کے داروغے ان کو زجر وتوبیخ کرتے ہوئے اور ان پر واضح کرتے ہوئے کہ سفارش اور چیخ و پکار ان کو کوئی فائدہ نہ دے گی یہ کہیں گے: ﴿اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ”کیا تمھارے پاس تمھارے رسول نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟“ جن دلائل سے تم پر حق اور صراط مستقیم واضح ہوتا اور تمھیں یہ معلوم ہوتا کہ کون سی چیز تمھیں اللہ کے قریب کرتی ہے اور کون سی چیز اللہ سے دور کرتی ہے۔ ﴿قَالُوْا بَلٰى﴾

”وہ کہیں گے: کیوں نہیں!“ اللہ تعالیٰ کے رسول دلائل و معجزات کے ساتھ ہماری طرف مبعوث ہوئے اور ہم پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوگئی مگر ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اس سے عناد رکھا۔ ﴿قَالُوْا﴾ جہنم کے داروغے جہنمیوں سے' ان کی پکار اور سفارش سے بیزار ہو کر کہیں گے: ﴿فَادْعُوْا﴾ تم اللہ کو پکارو' مگر کیا یہ پکار تمھیں کوئی فائدہ دے گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ﴿وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ یعنی ان کی دعا اور پکار اکارت جائے گی کیونکہ کفر تمام اعمال کو ساقط کر دیتا ہے اور دعا کی قبولیت کی راہ میں حائل ہو جاتا ہے۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (٥١)

بلاشبہ ہم البتہ مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے زندگانی دنیا میں اور اس دن کہ (جب) کھڑے ہوں گے گواہ ○

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (٥٢)

اس دن نہیں نفع دے گی ظالموں کو معذرت ان کی اور ان کے لیے لعنت ہوگی اور ان کے لئے برا گھر ہوگا ○

جب اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کے لیے دنیا' برزخ اور قیامت کے روز کے عذاب کا ذکر فرمایا اور اہل جہنم کے' جو اس کے رسولوں سے عناد رکھتے اور ان کے خلاف جنگ کرتے تھے' برے حال کا ذکر کیا' تو فرمایا: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ”ہم یقیناً اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں۔“ یعنی ہم دنیا میں دلیل' برہان اور نصرت کے ذریعے سے اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں ﴿وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ ”اور اس دن بھی (مدد کریں گے) جب گواہ کھڑے ہوں گے۔“ آخرت میں ان کے حق میں فیصلے کے ذریعے سے ان کی مدد کریں گے' ان کے متبعین کو ثواب سے نوازیں گے اور ان لوگوں کو سخت عذاب دیں گے جنھوں نے اپنے رسولوں کے خلاف جنگ کی۔ ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ﴾ ”(جب وہ معذرت کریں گے تو) ظالموں کی معذرت اس دن انھیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔“ ﴿وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾ ”اور ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے۔“ یعنی بہت برا گھر جو وہاں داخل ہونے والوں کو بہت تکلیف دے گا۔

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَ اَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ (٥٣) هُدًى وَّ ذِكْرٰى

اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو ہدایت اور وارث کیا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا ○ برائے ہدایت اور نصیحت

لِاُولِي الْاَلْبَابِ (٥٤) فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ

ارباب عقل کے لئے ○ پس صبر کیجیے! بلاشبہ وعدہ اللہ کا سچا ہے اور معافی مانگیے اپنے گناہ کی

وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ (٥٥)

اور پاکیزگی بیان کیجیے اپنے رب کی حمد کے ساتھ شام کو اور صبح کو ○

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مابین جو کچھ واقع ہوا نیز فرعون اور اس کے لشکروں کا جو انجام ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا، پھر وہ حکم عام بیان کیا جو اس کو اور تمام جہنمیوں کو شامل ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو ﴿الْهُدٰى﴾ ہدایت سے سرفراز فرمایا، یعنی آیات اور علم سے نوازا جن سے راہنمائی حاصل کرنے والے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ ﴿وَ اَوْرَثْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ﴾ ”اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا“ یعنی ہم نے نسل در نسل ان کو کتاب کا وارث بنایا اور اس سے مراد تورات ہے۔ یہ کتاب ہدایت پر مشتمل ہے اور ہدایت سے مراد احکام شرعیہ کا علم ہے اور اس کے اندر بھلائی کی یاددہانی، اس کی ترغیب اور برائی سے ترہیب و تخویف ہے اور یہ چیز ہر ایک کو عطا نہیں ہوتی بلکہ یہ صرف ﴿لِاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ عقل مندوں کو نصیب ہوتی ہے۔

﴿فَاصْبِرْ﴾ ”(اے رسول!) صبر کیجیے“ جس طرح آپ سے پہلے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا تھا۔ ﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ”بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔“ یعنی اللہ کے وعدے میں کوئی شک و شبہ ہے نہ اس میں کسی جھوٹ کا شائبہ جس کی بنا پر صبر کرنا آپ کے لیے مشکل ہو، یہ تو خالص حق اور ہدایت ہے جس کے لیے صبر کرنے والے صبر کرتے ہیں اور اہل بصیرت اس سے تمسک کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد: ﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ان اسباب کے زمرے میں آتا ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ امور سے رکنے پر آمادہ کرتا ہے۔ ﴿وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾ ”اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔“ یعنی جو آپ کے لیے فوز و فلاح اور سعادت کے حصول سے مانع ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا جو محبوب و مرغوب کے حصول کا ذریعہ ہے اور مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا جو مکروہ کو دور کرنے کا ذریعہ ہے، نیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرنے کا حکم دیا خاص طور پر ﴿بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ﴾ ”صبح اور شام کو“ جو بہترین اوقات ہیں اور یہی اوقات واجب اور مستحب اور اذکار و وظائف کے اوقات ہیں کیونکہ ان اوقات میں تمام امور کی تعمیل میں مدد ملتی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا

بلاشبہ وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل کے جو آئی ہو ان کے پاس، نہیں ہے ان کے سینوں میں مگر

كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿۵۶﴾

برائی (کا خبط) نہیں ہیں وہ پہنچنے والے اس تک، پس پناہ مانگیے اللہ سے، بلاشبہ وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو باطل کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی آیات کا ابطال کرنے کے لیے کسی دلیل اور حجت کے بغیر جھگڑتے ہیں، ان کا یہ جدال، حق اور اس کے لانے والے کے بارے میں، ان کے سینوں میں موجود تکبر کی وجہ سے صادر ہوتا ہے۔ وہ اپنے باطل نظریات کے ذریعے سے حق پر غالب آنا چاہتے ہیں اور

یہی ان کا مقصد اور یہی ان کی مراد ہے مگر ان کا یہ مقصد کبھی حاصل ہو گا نہ ان کی یہ مراد کبھی پوری ہو گی۔ یہ صریح نص اور واضح بشارت ہے کہ جو کوئی حق کے خلاف بحث وجدال کرتا ہے وہ مغلوب ہوتا ہے اور جو حق کے خلاف تکبر کا رویہ رکھتا ہے وہ نہایت ذلیل وخوار ہوتا ہے۔ ﴿فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ ''لہٰذا آپ (ان کی شرارتوں سے) اللہ کی پناہ مانگیے''، یعنی اللہ کی پناہ طلب کریں۔ یہاں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ آپ کس چیز سے پناہ طلب کریں؟ درحقیقت اس سے عموم مراد ہے، یعنی کبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں جو حق کے مقابلے میں تکبر کا موجب ہے، شیاطین جن وانس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کریں اور ہر قسم کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کریں۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ﴾ وہ تمام آوازوں کو ان کے اختلاف کے باوجود سنتا ہے ﴿الْبَصِيْرُ﴾ تمام مرئیات، خواہ وہ کسی بھی زمان ومکان میں ہوں، اس کی نظر میں ہیں۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿57﴾

البتہ پیدائش آسمانوں اور زمین کی زیادہ بڑی (بات) ہے لوگوں کی پیدائش سے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ۬ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا

اور نہیں برابر ہوتا ہے اندھا اور دیکھنے والا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انھوں نے نیک اور نہ

الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿58﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ

برائی کرنے والا، بہت تھوڑی ہی تم نصیحت پکڑتے ہو ○ بلاشبہ قیامت البتہ آنے والی ہے، نہیں ہے کوئی شک

فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿59﴾

اس میں، لیکن اکثر لوگ نہیں ایمان لاتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی دلیل بیان کرتا ہے جو عقلاً ثابت ہے۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق ان کی عظمت ووسعت کے ساتھ، انسانوں کی تخلیق سے زیادہ بڑا کرشمہ ہے کیونکہ انسان کی تخلیق آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی نسبت بہت معمولی ہے۔ پس وہ ہستی جس نے اتنے بڑے بڑے اجرام فلکی کو نہایت مہارت سے تخلیق کیا ہے اس کا لوگوں کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا، زیادہ اولیٰ ہے۔ یہ عقل مند کے لیے حیات بعد الموت پر قطعی اور عقلی دلیل ہے، جو حیات بعد الموت کے بارے میں کسی شک وشبہ کو قبول نہیں کرتی، جس کے وقوع کی انبیاء ومرسلین نے خبر دی ہے، مگر ہر شخص اس میں غور وفکر نہیں کر سکتا۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' اس لیے وہ اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں نہ اس کی پروا کرتے ہیں۔

﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ﴾ ''اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہو سکتا اور (اسی طرح) جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل (بھی) کیے وہ اور بدکار

برابر نہیں ہو سکتے۔'' یعنی جس طرح بینا اور نابینا برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے نیک لوگ اور وہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے جو تکبر سے اپنے رب کی عبادت نہیں کرتے' اس کی نافرمانی کا ارتکاب کرتے ہیں اور اس کی ناراضی کے موجب کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ ﴿قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تم کم ہی نصیحت پکڑتے ہو'' ورنہ اگر تم معاملات کے مراتب' خیر و شر کے مقامات اور نیکوکاروں اور فاسقوں کے مابین فرق سے نصیحت پکڑتے اور تم اس کا عزم و ارادہ کرتے تو تم ضرر رساں پر نفع رساں کو' گمراہی پر ہدایت کو اور فانی دنیا پر ہمیشہ رہنے والی سعادت کو ترجیح دیتے۔ ﴿اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا﴾ ''بلاشبہ قیامت آنے والی ہے' اس میں کوئی شک نہیں۔'' اس کے بارے میں انبیاء و مرسلین خبر دے چکے اور وہ سب سے زیادہ سچے لوگ ہیں اور اس کے بارے میں تمام کتب الٰہیہ نے بھی خبر دی ہے، جن کی دی ہوئی تمام خبریں صدق کے بلند ترین درجے کی حامل ہیں' جن کی شہادت' شواہد مرئیہ اور آیات افقیہ دیتے ہیں۔ ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔'' ان مذکورہ بالا امور کے بارے میں جو کامل تصدیق اور اطاعت کے موجب ہیں' اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ

اور کہا تمہارے رب نے: پکارو تم مجھے میں قبول کروں گا تمہاری پکار' بلاشبہ وہ لوگ جو تکبر کرتے ہیں

عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۟ؑ ⑥⓪ ۶ ع ۱۱

میری عبادت سے' عنقریب وہ داخل ہوں گے جہنم میں ذلیل ہو کر ○

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف و کرم اور اس کی عظیم نعمت ہے کہ اس نے انھیں اس چیز کی طرف دعوت دی جس میں ان کے دین و دنیا کی بھلائی ہے اور انھیں حکم دیا کہ وہ اس سے دعا کریں...... یعنی دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ...... اور ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ ان کی دعا قبول فرمائے گا اور ان متکبرین کو وعید سنائی ہے جو تکبر کی بنا پر اس کی عبادت سے منہ موڑتے ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ﴾ ''جو لوگ میری عبادت (دعا) سے تکبر کرتے ہیں عنقریب وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔'' یعنی ان کے تکبر کی پاداش میں ان کے لیے عذاب اور رسوائی کو اکٹھا کر دیا جائے گا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ

اللہ وہ ہے جس نے بنایا تمہارے لیے رات کو تاکہ تم آرام کرو اس میں اور (بنایا) دن کو دکھلانے والا' بلاشبہ اللہ البتہ بڑے فضل والا ہے

وقف لازم

عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ⑥① ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ

لوگوں پر' لیکن اکثر لوگ نہیں شکر کرتے ○ یہی اللہ رب ہے تمہارا' پیدا کرنے والا ہر چیز کا'

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٢﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

نہیں کوئی معبود مگر وہی، پس کہاں تم پھیرے جاتے ہو؟ ○ اسی طرح پھیرے گئے وہ لوگ جو تھے اللہ کی آیتوں کا

يَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ

انکار کرتے ○ اللہ وہ ہے جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو قرار گاہ اور آسمان کو چھت اور اس نے صورتیں بنائیں تمہاری

فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ

تو اچھی بنائیں صورتیں تمہاری اور اس نے رزق دیا تمہیں پاکیزہ چیزوں سے، یہی اللہ رب ہے تمہارا، پس بہت بابرکت ہے اللہ

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ

رب جہانوں کا ○ وہ زندہ ہے، نہیں کوئی معبود مگر وہی، پس پکارو تم اسی کو خالص کرتے ہوئے

لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾

اس کے لیے بندگی کو، سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو رب ہے جہانوں کا ○

ان آیات کریمہ میں غور و فکر کیجیے، جو اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت، اس کے لامحدود فضل و کرم، اس کے لیے وجوب شکر، اس کی قدرت کاملہ، اس کی عظیم طاقت، اس کے وسیع اقتدار، تمام اشیا کو اس کے تخلیق کرنے، اس کی حیات کاملہ اور اس کی تمام صفات کاملہ اور افعال حسنہ سے موصوف ہونے کی بنا پر ہر قسم کی حمد و ثنا سے متصف ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ آیات کریمہ اس کی کامل ربوبیت اور اس ربوبیت میں اس کے متفرد ہونے پر دلالت کرتی ہیں، نیز اس عالم عُلوی اور عالم سفلی کی تمام تدابیر، ماضی، حال اور مستقبل کے اوقات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کو کوئی قدرت و اختیار نہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی ہے اس کے سوا جس طرح کوئی ہستی ربوبیت کی مستحق نہیں اسی طرح عبودیت کی بھی مستحق نہیں۔ یہ حقیقت اس امر کا موجب ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت، اس کے خوف اور اس پر امید سے لبریز ہوں۔

یہ دو امور ہیں جن کی خاطر اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو تخلیق فرمایا اور وہ ہیں معرفت الٰہی اور عبادت الٰہی یہی دو امور ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقصد قرار دیا ہے۔ یہی دو امور ہر قسم کی بھلائی، خیر و فلاح، دینی اور دنیاوی سعادت کی منزل تک پہنچاتے ہیں، یہی دو امور اللہ کریم کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے بہترین عطیہ ہیں اور یہی دو امور علی الاطلاق لذیذ ترین چیزیں ہیں۔ اگر بندہ ان دو چیزوں سے محروم ہو جائے تو وہ ہر خیر سے محروم ہو کر ہر شر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی معرفت اور محبت سے لبریز کر دے، ہماری باطنی اور ظاہری تمام حرکات صرف اس کی رضا کے لیے اور صرف اسی کے حکم کے تابع ہوں، کوئی سوال اس کے لیے پورا کرنا مشکل ہے نہ اس کی کوئی عطا اسے لاچار کر سکتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ ﴾ ’’اللہ وہ ذات ہے جس نے تمھارے لیے رات بنائی‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھاری خاطر رات کو سیاہ بنایا ﴿ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ ﴾ ’’تاکہ تم اس میں آرام کرسکو‘‘ تاکہ تم اپنی حرکات سے سکون پاؤ۔ اگر یہ حرکات دائمی ہوتیں تو تمھیں نقصان پہنچتا۔ سکون کے حصول کے لیے تم اپنے بستروں میں پناہ لیتے ہو‘ اللہ تعالیٰ تم پر نیند طاری کر دیتا ہے جس سے انسان کا قلب وبدن آرام پاتے ہیں۔ نیند انسانی ضروریات کا حصہ ہے انسان اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور رات کے وقت ہر حبیب اپنے حبیب کے پاس آرام کرتا ہے‘ فکر مجتمع ہوتی ہے اور مشاغل کم ہو جاتے ہیں۔

﴿ وَ ﴾ ’’اور‘‘ بنایا اللہ تعالیٰ نے ﴿ النَّهَارَ مُبْصِرًا ﴾ ’’دن کو دکھلانے والا‘‘ یعنی روشنی والا جو اپنے مدار میں رواں دواں سورج کی روشنی سے روشن ہوتا ہے اور تم اپنے بستروں سے اٹھ کر اپنے روزمرہ کے دینی اور دنیاوی امور میں مشغول ہو جاتے ہو‘ کوئی ذکر اور قراءتِ قرآن میں مشغول ہے‘ کوئی نماز پڑھ رہا ہے‘ کوئی طلب علم میں مصروف ہے اور کوئی خرید وفروخت اور کاروبار کر رہا ہے کوئی معمار ہے تو کوئی لوہار سب اپنے کام اور صنعت میں مصروف ہیں۔ کوئی بری یا بحری سفر کر رہا ہے‘ کوئی کھیتی باڑی کے کاموں میں لگ گیا ہے تو کوئی اپنے جانوروں اور مویشیوں کے بندوبست میں مصروف ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ ﴾ ’’بے شک اللہ فضل والا ہے۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ عظیم فضل وکرم کا مالک ہے جیسا کہ اس پر (فَـضْـلٍ) کی تنکیر دلالت کرتی ہے۔ ﴿ عَلَى النَّاسِ ﴾ ’’تمام لوگوں پر۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان مذکورہ اور دیگر نعمتوں سے نوازا اور ان سے مصائب کو دور کیا اور یہ چیز ان پر کامل شکر اور کامل ذکر کو واجب کرتی ہے۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴾ مگر اکثر لوگ اپنے ظلم اور جہالت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کا شکر نہیں کرتے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ ﴾ (السبا: ١٣/٣٤) ’’اور میرے بندوں میں کم ہی لوگ شکر گزار ہوتے ہیں‘‘ جو اپنے رب کی نعمت کا اقرار کر کے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوں‘ اس سے محبت کرتے ہوں‘ ان نعمتوں کو اپنے آقا کی رضا کے مطابق استعمال کرتے ہوں۔ ﴿ ذٰلِكُمْ ﴾ ’’یہ ہے‘‘ جس نے یہ سب کچھ کیا ﴿ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ﴾ ’’اللہ تمھارا رب‘‘ جو اپنی الوہیت اور ربوبیت میں منفرد ہے اور ان نعمتوں میں اس کا منفرد ہونا اس کی ربوبیت میں سے ہے اور ان نعمتوں پر شکر کا واجب کرنا اس کی الوہیت میں سے ہے۔ ﴿ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ﴾ ’’ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔‘‘ یہ اس کی ربوبیت کا اثبات ہے۔ ﴿ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ ’’اس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔‘‘ یہ جملہ اس بات کو متحقق کرتا ہے کہ وہ اکیلا ہی عبودیت کا مستحق ہے اس کا کوئی شریک نہیں‘ پھر نہایت صراحت کے ساتھ اپنی عبادت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴾ ’’پھر تم کدھر بہکے جا رہے ہو۔‘‘ یعنی تم اس اکیلے اللہ کی عبادت سے کیونکر گریز کر رہے ہو‘ حالانکہ اس نے تم پر دلیل کو واضح اور تمھارے سامنے راہِ راست کو روشن کر دیا ہے؟

﴿كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ ’’اسی طرح وہ لوگ (بھی) بہکائے جاتے رہے ہیں جو اللہ کی آیات سے انکار کیا کرتے تھے۔‘‘ یہ ان کے آیاتِ الٰہی کے انکار اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ان کے ظلم وتعدی کی سزا ہے کہ ان کو توحید واخلاص سے پھیر دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ﴾ (التوبۃ: ۹/۱۲۷) ’’اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں کہ آیا تمھیں کسی نے دیکھا تو نہیں‘ پھر وہ لوٹ جاتے ہیں‘ اللہ نے بھی ان کے دلوں کو پھیر دیا کیونکہ یہ نا سمجھ لوگ ہیں۔‘‘

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا﴾ ’’اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو جائے قرار بنایا‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے زمین کو ساکن بنایا اور زمین ہی سے تمھیں تمھارے تمام مصالح مہیا کیے۔ تم زمین پر کھیتی باڑی کرتے ہو‘ باغات لگاتے ہو‘ اس پر عمارتیں تعمیر کرتے ہو‘ اس کے اندر سفر اور اقامت کرتے ہو۔

﴿وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً﴾ ’’اور آسمان کو چھت‘‘ یعنی آسمان کو زمین کے لیے بمنزلہ چھت بنایا جس کے نیچے تم چلتے پھرتے ہو‘ اس کی روشنیوں اور علامات سے فائدہ اٹھاتے ہو جن کے ذریعے سے بحر و بر کی تاریکیوں میں راہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ ﴿وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ﴾ ’’اس نے تمھاری شکل بنائی اور تمھاری شکلوں کو خوبصورت بنایا۔‘‘ پس تمام جانداروں میں بنی آدم سے بڑھ کر کوئی خوبصورت نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ (التین: ۹۵/۴) ’’ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔‘‘ اگر آپ انسان کی خوب صورتی جانچنا اور اللہ عزوجل کی حکمت کی معرفت چاہتے ہیں تو انسان کے عضو عضو پر غور کریں کیا آپ کو کوئی ایسا عضو نظر آتا ہے‘ جو جس کام کے لائق ہے‘ اس کے علاوہ کسی اور جگہ موجود ہو؟

پھر آپ اس میلان پر غور کیجیے جو دلوں میں ایک دوسرے کے لیے ہوتا ہے کیا آپ کو یہ میلان آدمیوں کے سوا دوسرے جانداروں میں ملے گا؟ آپ اس بات پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل‘ ایمان‘ محبت اور معرفت سے مختص کیا ہے جو بہترین اخلاق میں خوبصورت ترین صورت سے مناسبت رکھتے ہیں۔

﴿وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ﴾ ’’اور تمھیں پاکیزہ چیزیں عطا کیں۔‘‘ یہ ہر قسم کی پاک ماکولات‘ مشروبات منکوحات‘ ملبوسات‘ مسموعات اور مناظر وغیرہ کو شامل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مہیا کر رکھا ہے اور ان کے حصول کے اسباب کو آسان بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ناپاک چیزوں سے روکا ہے جو ان مذکورہ طیبات کی متضاد ہیں جو قلب وبدن اور دین کو نقصان دیتی ہیں۔

﴿ذٰلِكُمُ﴾ ’’یہ ہے‘‘ وہ ہستی جس نے ان تمام امور کی تدبیر کی ہے اور تمھیں ان نعمتوں سے بہرہ ور کیا ہے۔

﴿اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ ’’اللہ تمھارا رب ہے‘‘ ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ’’پس تمام جہانوں کا پروردگار اللہ بہت ہی بابرکت ہے‘‘ جس کی بھلائی اور احسانات بہت زیادہ ہیں جو تمام جہانوں کی اپنی نعمتوں کے ذریعے سے تربیت کرتا ہے۔

﴿هُوَ الْحَيُّ﴾ ”وہی زندہ ہے“ جو حیات کامل کا مالک ہے۔ یہ حیات صفات ذاتیہ کو مستلزم ہے، جس کے بغیر حیات مکمل نہیں ہوتی، مثلاً سمع، بصر، قدرت، علم، کلام اور دیگر صفاتِ کمال اور نعوتِ جلال۔ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ”اس کے سوا کوئی الہ نہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ ﴿فَادْعُوْهُ﴾ ”پس تم اسی کو پکارو۔“ یہ دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ دونوں کو شامل ہے۔ ﴿مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ ”اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔“ یعنی اپنی ہر عبادت، ہر دعا اور ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھو کیونکہ اخلاص ہی وہ عمل ہے جس کا حکم ہر عبادت میں دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ﴾ (البيـــنة: ۵/۹۸) ”اور ان کو صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ یکسو ہو کر دین کو صرف اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں۔“ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ”ہر طرح کی تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔“ یعنی تمام قولی محامد اور مدح وثنا، مثلاً مخلوق کا اس کا ذکر کرتے ہوئے کلام کرنا اور فعلی محامد اور مدح وثنا جیسے اس کی عبادت کرنا یہ سب اللہ واحد کے لیے ہیں، جس کا کوئی شریک نہیں کیونکہ وہ اپنے اوصاف وافعال اور مکمل نعمتیں عطا کرنے میں کامل ہے۔

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ

کہہ دیجیے: بیشک میں تو روک دیا گیا ہوں اس سے کہ میں عبادت کروں انکی جن کو تم پکارتے ہو سوائے اللہ کے جبکہ آ گئیں میرے پاس واضح دلیلیں

مِنْ رَّبِّيْ ز وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

میرے رب کی طرف سے اور حکم دیا گیا ہوں میں یہ کہ فرمانبردار رہوں میں واسطے رب العالمین کے ○ وہی ہے جس نے پیدا کیا ہے تم کو مٹی سے

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ

پھر نطفے سے پھر جمے ہوئے خون سے، پھر نکالتا ہے وہ تم کو بچہ بنا کر، پھر تاکہ پہنچو تم اپنی جوانی (کی قوتوں) کو، پھر

لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ج وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ

تاکہ ہو جاؤ تم بوڑھے، اور تم میں سے کچھ وہ ہیں جو فوت کر دیے جاتے ہیں اس سے پہلے ہی اور تاکہ پہنچو تم ایک مدت معین کو اور تاکہ تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ج فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا

عقل پکڑو ○ وہ (اللہ) وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس جب وہ فیصلہ کر لیتا ہے کسی کام کا تو وہ صرف

يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع ۸/۱۴

(یہ) کہتا ہے اس کو "ہو جا" تو وہ ہو جاتا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے صرف اپنے لیے عبادت کو خالص کرنے کا حکم دیا اور اس کے دلائل و براہین بیان فرمانے کے بعد نہایت صراحت کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت سے روکا، چنانچہ فرمایا: ﴿قُلْ﴾ اے نبی! کہہ دیجیے:

﴿اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ”بے شک مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنھیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔“ مجھے تمام اصنام، بتوں اور ہر اس چیز کی عبادت سے روکا گیا ہے جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ مجھے اپنے موقف پر ذرہ بھر شک نہیں، بلکہ مجھے اس کی حقانیت پر بصیرت کے ساتھ پورا یقین ہے، اس لیے فرمایا: ﴿لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ ؗ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ”جبکہ میرے رب کی طرف سے میرے پاس واضح دلائل بھی آچکے ہیں اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں اللہ رب العالمین کا فرمانبردار بن کر رہوں۔“ مجھے اپنے دل، زبان، اور جوارح کے ساتھ خالق کائنات کے سامنے سرافگندہ ہونے کا حکم دیا گیا ہے کہ یہ تمام اعضا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور اس کے احکام کے سامنے سرتسلیم خم کریں۔ یہ علی الاطلاق سب سے بڑا ”حکم“ ہے۔ اسی طرح غیر اللہ کی عبادت سے ”نہی“ علی الاطلاق سب سے بڑی ممانعت ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس توحید کو اس دلیل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ وہ تمھارا خالق ہے اور اس نے تمھیں مختلف مراحل میں تخلیق کیا۔ جس طرح اس اکیلے نے تمھیں پیدا کیا ہے اسی طرح تم صرف اسی کی عبادت کرو۔ چنانچہ فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ﴾ ”وہی تو ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا“ یعنی اس نے تمھارے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق فرمایا ﴿ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ ”پھر نطفہ سے“ یہ تمام نوع انسانی کی ماں کے پیٹ کے اندر تخلیق کی ابتدا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف ابتدا کا ذکر کر کے باقی تمام مراحل کی طرف اشارہ کیا ہے، یعنی نطفے سے خون کا لوتھڑا بننا، پھر بوٹی بننا پھر ہڈیوں کا تخلیق پانا اور آخر میں روح کا پھونکا جانا۔

﴿ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا﴾ ”پھر تمھیں بچے کی صورت میں نکالتا ہے۔“ اس طرح تم تخلیق الٰہی میں ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں منتقل ہوتے ہو، یہاں تک کہ تم عقل وبدن کی پوری قوت کو پہنچ جاؤ اور تمھارے ظاہری وباطنی قویٰ مکمل ہو جائیں۔ ﴿ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ﴾ ”پھر تم بوڑھے ہو جاتے ہو اور کوئی تم میں سے اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتا ہے۔“ یعنی بالغ ہونے سے پہلے ﴿وَلِتَبْلُغُوْٓا﴾ ”تاکہ تم پہنچ جاؤ۔“ ان مقررہ مراحل کے ذریعے سے ایک مدت مقررہ تک جہاں تمھاری عمر ختم ہو جاتی ہے۔

﴿وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ”اور تاکہ تم عقل سے کام لو۔“ شاید کہ تم اپنے احوال کو سمجھو اور تمھیں معلوم ہو کہ تمھیں ان مراحل میں سے گزارنے والی ہستی کامل قدرت کی مالک ہے۔ وہی ہے جس کے سوا کوئی اور ہستی عبادت کے لائق نہیں اور تم ہر لحاظ سے ناقص ہو۔ ﴿هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ﴾ ”وہی تو ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے“ یعنی صرف وہی اکیلا ہے جو زندہ کرتا اور موت سے ہم کنار کرتا ہے، کوئی نفس، کسی سبب سے یا کسی سبب کے بغیر، اس کے حکم کے بغیر مر نہیں سکتا۔ ﴿وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ﴾ (فاطر: ۳۵/۱۱) ”اور کسی عمر والے کو عمر عطا نہیں کی جاتی اور نہ اس کی عمر میں کوئی کمی کی جاتی ہے، مگر یہ

سب کچھ ایک کتاب میں درج ہوتا ہے اور بے شک یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔''

﴿فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا﴾ ''پھر جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے۔'' خواہ یہ کام چھوٹا ہو یا بڑا ﴿فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''تو اس سے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔'' اس حکم کو رد یا اس سے گریز یا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جو جھگڑتے ہیں اللہ کی آیتوں میں، کہاں وہ پھیرے جاتے ہیں؟ وہ لوگ جنھوں نے جھٹلایا
بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ڕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ
کتاب کو اور اس (وحی) کو کہ بھیجا ہم نے ساتھ اسکے اپنے رسولوں کو، پس عنقریب وہ جان لینگے ○ جب کہ طوق ہونگے
فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾
ان کی گردنوں میں اور زنجیریں، وہ گھسیٹے جائیں گے ○ کھولتے پانی میں، پھر آگ میں وہ جلائے جائیں گے ○
ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ
پھر کہا جائے گا ان سے، کہاں ہیں وہ جن کو تھے تم شریک ٹھہراتے سوائے اللہ کے؟ وہ کہیں گے: گم ہو گئے وہ ہم سے، بلکہ
لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـــًٔا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا
نہیں تھے ہم پکارتے اس سے پہلے کسی چیز کو بھی، اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ کافروں کو ○ یہ (عذاب) اس سبب سے ہے کہ
كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْٓا
تھے تم خوش ہوتے زمین میں ناحق اور بہ سبب اس کے کہ تھے تم اتراتے ○ داخل ہو جاؤ تم
اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾
جہنم کے دروازوں میں، ہمیشہ رہنے والے اس میں، پس برا ہے ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا ○

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں۔'' کیا آپ کو ان لوگوں کی مذموم حالت پر تعجب نہیں جو اللہ تعالیٰ کی واضح آیات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ ﴿اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ﴾ ''کہاں سے وہ (حق سے) پھیرے جا رہے ہیں؟'' یعنی ان آیات سے کیسے منہ موڑ رہے ہیں؟ اس کامل توضیح و تبیین کے باوجود وہ کدھر جا رہے ہیں؟ کیا ان کے پاس ایسے دلائل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے متعارض ہوں؟ اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ یا وہ ایسے شبہات پاتے ہیں جو ان کی خواہشات کے موافق ہیں اور وہ اپنے باطل نظریات کی تائید میں ان شبہات کو لے کر چڑھ دوڑتے ہیں؟

بدترین ہے وہ چیز جو انھوں نے اپنے لیے اختیار کی اور کتاب اللہ اور رسولوں کی تکذیب کے بدلے حاصل کی جو رسول مخلوق میں سب سے افضل، سب سے سچے اور سب سے زیادہ خرد مند ہیں۔

بھڑکتی ہوئی آگ کے سوا ان تکذیب کرنے والوں کے لیے کوئی جزا نہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو جہنم کی آگ کی وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ○ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ﴾ ’’وہ عنقریب جان لیں گے جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔‘‘ جس کی وجہ سے وہ حرکت نہیں کر سکیں گے ﴿وَالسَّلٰسِلُ﴾ ’’اور زنجیریں (ہوں گی)‘‘ جن کے ساتھ ان کو اور ان کے شیاطین کو جکڑ دیا جائے گا۔ ﴿يُسْحَبُوْنَ ○ فِي الْحَمِيْمِ﴾ یعنی سخت کھولتے ہوئے پانی میں ان کو گھسیٹا جائے گا۔ ﴿ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ﴾ ’’پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔‘‘ ان کے لیے بڑے بڑے شعلے بھڑکائے جائیں گے اور ان کے اندر ان کو ڈالا جائے گا پھر ان کے شرک اور کذب پر ان کی زجر و توبیخ کی جائے گی، اور ان سے کہا جائے گا: ﴿اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ’’کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا اللہ کے شریک بناتے تھے۔‘‘ کیا انھوں نے تمھیں کوئی فائدہ دیا یا انھوں نے تم سے عذاب کو دور کر دیا؟ ﴿قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا﴾ ’’وہ کہیں گے وہ تو ہم سے بھول گئے ہیں‘‘ یعنی وہ ہم سے دور ہو گئے اگر وہ موجود بھی ہوتے تب بھی ہمیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکتے۔ پھر وہ انکار کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا﴾ ’’بلکہ ہم تو پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔‘‘ اس میں اس کا احتمال ہے کہ ان کے اس انکار سے مراد یہ ہو کہ وہ سمجھتے ہوں کہ یہ انکار ان کے کام آئے گا اور ان کو فائدہ دے گا۔ دوسرا احتمال یہ ہے، اور یہی زیادہ قوی ہے، کہ ان کی مراد اپنے خود ساختہ معبودوں کی الوہیت کے بطلان کا اقرار ہو نیز اس حقیقت کا اقرار ہو کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور انھوں نے اس ہستی کی عبادت کر کے گمراہی اور خطا کا ارتکاب کیا جس میں الوہیت معدوم ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے: ﴿كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ’’اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔‘‘ یعنی اس گمراہی کے مانند جس میں یہ دنیا میں مبتلا تھے۔ یہ گمراہی سب پر واضح تھی، حتی کہ خود ان پر بھی واضح تھی، جس کے بطلان کا اقرار یہ لوگ قیامت کے روز کریں گے، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ﴾ (یونس: ٦٦/١٠) ’’اور جو لوگ اللہ کے سوا خود ساختہ شریکوں کو پکارتے ہیں وہ محض وہم و گمان کی پیروی کرتے ہیں۔‘‘ کا معنی بھی واضح ہو جائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے: ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ﴾ (فاطر: ١٤/٣٥) ’’اور قیامت کے روز وہ تمھارے شرک کا انکار کریں گے۔‘‘ اور یہ ارشاد بھی دلالت کرتا ہے: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ (الأحقاف: ٥/٤٦) ’’اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسی ہستیوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک ان کی پکار کا جواب نہیں دے سکتیں۔‘‘

اہل جہنم سے کہا جائے گا: ﴿ذٰلِكُمْ﴾ یہ عذاب جو تمھارے لیے مقرر کیا گیا ہے ﴿بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي

﴿الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ﴾ ”اس وجہ سے ہے کہ تم زمین میں ناحق اتراتے تھے اور اس وجہ سے (بھی) کہ تم اکڑتے تھے۔“ یعنی یہ اس باطل کے سبب سے ہے جس پر تم بہت خوش ہوتے تھے اور ان علوم کے باعث ہے جن کے ذریعے سے تم انبیاء و مرسلین کے علوم کی مخالفت کیا کرتے تھے اور تم بغاوت، ظلم، تعدی اور عصیان کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ تکبر سے پیش آیا کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ کے آخر میں فرمایا: ﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ﴾ (المؤمن: ۸۳/۴۰) ”جب ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے یہ اپنے اسی علم پر خوش رہے جو ان کے پاس تھا۔“ اور جیسا کہ قارون کی قوم نے اس سے کہا تھا: ﴿لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾ (القصص: ۷۶/۲۸) ”خوشی سے مت اترا، اللہ خوشی سے اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ یہ مذموم خوشی ہے جو عذاب کی موجب ہے۔ اس کے برعکس اس فرحت کے بارے میں جو قابل مدح ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ (یونس: ۵۸/۱۰) ”کہہ دیجیے! یہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے (کہ اس نے یہ کتاب نازل فرمائی) اس پر انھیں خوش ہونا چاہیے۔“ یہ وہ فرحت ہے جو علم نافع اور عمل صالح سے حاصل ہوتی ہے۔

﴿اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ﴾ ”جہنم کے دروازوں میں سے داخل ہو جاؤ۔“ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق جہنم کے طبقات میں سے ایک طبقے میں داخل کر دیا جائے گا۔ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ”اس میں تم ہمیشہ رہو گے۔“ وہ کبھی بھی وہاں سے نہ نکلیں گے۔“ ﴿فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ وہ ایسا ٹھکانا ہو گا جہاں ان کو محبوس کر کے ذلیل و رسوا کیا جائے گا اور عذاب دیا جائے گا اور جہاں کبھی انھیں سخت گرمی میں اور کبھی سخت سردی میں داخل کیا جائے گا۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ

پس صبر کیجیے! بلاشبہ وعدہ اللہ کا حق ہے پس اگر ہم دکھا دیں آپ کو بعض وہ (عذاب) جس کا وعدہ کرتے ہیں ہم ان سے (تو وہ اس کے مستحق ہیں) یا

نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾

ہم (پہلے) فوت کر دیں آپ کو تو ہماری ہی طرف وہ لوٹائے جائیں گے ○

﴿فَاصْبِرْ﴾ اے رسول! آپ کو دعوت دینے پر اپنی قوم کی طرف سے جو تکالیف پہنچتی ہیں اس پر صبر کیجیے اور اپنے صبر پر اپنے ایمان سے مدد لیجیے: ﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ”بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔“ وہ اپنے دین کی مدد اور اپنے کلمے کو غالب کرے گا اور اپنے رسولوں کو دنیا و آخرت میں اپنی نصرت سے نوازے گا، نیز دنیا و آخرت میں اپنے دشمنوں پر عذاب کے وقوع سے بھی صبر میں مدد لیجیے، اس لیے فرمایا: ﴿فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ﴾ یعنی اگر ہم نے دنیا ہی میں ان کے عذاب کا کچھ حصہ آپ کو دکھا دیا جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں ﴿اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ﴾ یا ان کو سزا دینے سے پہلے آپ کو اپنے پاس بلا لیا ﴿فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ﴾ ”تو ان کو

ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔'' تو پھر ہم ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا دیں گے۔ ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ (ابراهيم: ١٤/ ٤٢) ''اور ظالم جو کچھ کرتے ہیں آپ اللہ کو اس سے ہرگز غافل نہ سمجھیں۔''

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے برادر انبیاء و مرسلین کا ذکر کر کے آپ کو تسلی دی ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ

اور البتہ تحقیق بھیجے ہم نے کئی رسول آپ سے پہلے ان میں سے کچھ وہ ہیں جنکا حال بیان کر دیا ہم نے آپ پر اور کچھ ان میں سے وہ ہیں

لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا

کہ نہیں حال بیان کیا ہم نے انکا آپ پر اور نہیں ہے (اختیار) واسطے کسی رسول کے کہ لے آئے وہ کوئی نشانی مگر اللہ کے حکم سے پس جب

جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ۟ؒ ﴿۷۸﴾ ۸ ع ۱۴

آ گیا حکم اللہ کا تو فیصلہ کر دیا گیا ساتھ حق کے اور خسارہ اٹھایا وہاں اہل باطل نے ○

یعنی آپ سے پہلے بھی ہم نے بہت سے رسول ان کی قوموں کی طرف مبعوث فرمائے۔ جو انھیں توحید کی دعوت دیتے تھے اور ان کی ایذا رسانی پر صبر کرتے تھے۔ ﴿ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ ﴾ جن میں سے کچھ کے بارے میں ہم نے آپ کو خبر دی ہے ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ﴾ ''اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ پر بیان نہیں کیے۔'' تمام انبیاء اور رسول اللہ تعالیٰ کے دست تدبیر کے تحت ہیں ان کے اپنے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں۔ تمام رسولوں میں سے کسی کے اختیار میں نہیں ﴿ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ ﴾ ''کہ وہ کوئی نشانی، معجزہ لائے۔'' یعنی ان رسولوں کے اختیار میں نہیں کہ وہ سمعی یا عقلی نشانی لا سکیں ﴿ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ مگر اللہ کی مشیت اور اس کے حکم سے، اس لیے رسولوں سے معجزات دکھانے کا مطالبہ کرنا، ظلم، تعنت اور تکذیب ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی آیات کے ذریعے سے ان کی تائید کی ہے جو ان کی صداقت اور ان کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتی ہیں۔

﴿ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ ﴾ پس جب اللہ تعالیٰ کا حکم رسولوں اور ان کے دشمنوں کے مابین فیصلہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح آ جاتی ہے ﴿ قُضِيَ بِالْحَقِّ ﴾ تو ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے جو صحیح موقع پر واقع ہوتا ہے انبیاء و مرسلین اور ان کے پیروکاروں کی نجات اور مکذبین کی ہلاکت کے ذریعے سے صواب کی تائید کرتا ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَخَسِرَ هُنَالِكَ ﴾ ''اور وہیں نقصان میں پڑ گئے۔'' یعنی مذکورہ فیصلے کے وقت ﴿ الْمُبْطِلُوْنَ ﴾ ''غلط کار لوگ'' یعنی وہ لوگ جن کا وصف باطل ہے، وہ جو بھی علم و عمل پیش کرتے ہیں سب باطل ہے، ان کی غرض وغایت اور مقاصد سب باطل پر مبنی ہیں، اس لیے ان مخاطبین کو اپنے باطل نظریات پر جمے رہنے سے ڈرنا چاہیے ورنہ یہ لوگ بھی خسارے میں پڑ جائیں گے جیسے وہ لوگ خسارے میں پڑے تھے۔ بے شک ان حضرات میں کوئی بھلائی ہے نہ ان کے لیے کتابوں میں نجات لکھی گئی ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (۷۹) وَلَكُمْ
اللہ وہ ہے جس نے بنائے تمہارے لیے چوپائے تا کہ سواری کرو تم ان میں سے بعض پر اور بعض کو ان میں سے تم کھاتے ہو○ اور تمہارے لیے
فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ
ان میں بہت فائدے ہیں اور تا کہ تم پہنچو ان پر (سوار ہو کر) اپنی حاجت کو جو تمہارے سینوں میں ہے اور ان پر اور کشتیوں پر تم
تُحْمَلُوْنَ (۸۰) وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ (۸۱)
سوار کیے جاتے ہو○ اور وہ (اللہ) دکھاتا ہے تمہیں اپنی نشانیاں، پس کون سی اللہ کی نشانیوں کا تم انکار کرو گے؟○

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے احسانات کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے ان کے لیے چوپائے پیدا کیے جن پر ان کے مفادات کا دارومدار ہے۔ ان میں سے کچھ مویشیوں کو وہ سواری اور نقل وحمل کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ کچھ چوپایوں کا گوشت کھاتے اور ان کا دودھ پیتے ہیں۔ کچھ مویشیوں کی اون سے گرمی حاصل کرتے ہیں۔ ان کے بالوں، پشم اور اون سے آلات اور استعمال کا سامان بناتے ہیں اور ان سے دیگر فوائد حاصل کرتے ہیں۔

﴿وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ﴾ ”اور تا کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنی حاجت وضرورت کو پہنچو جو تمھارے سینوں میں ہے۔“ یعنی تم ان دور دراز ملکوں میں پہنچ سکو جہاں پہنچنے کی اپنے دلوں میں ضرورت محسوس کرتے ہو اور تا کہ ان کے باعث ان کے مالکوں کو فرحت و سرور حاصل ہو۔ ﴿وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ﴾ ”اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔“ یعنی تم زمینی سواریوں پر سواری کرتے ہو اور کشتیاں تمھیں سمندر میں اٹھائے پھرتی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے مسخر کر دیا اور تمھارے لیے ایسے چوپائے مہیا کر دیے جن کے بغیر تمھاری یہ سواریاں مکمل نہیں ہوتیں۔ ﴿وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ﴾ ”اور وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے“ جو اس کی وحدانیت اور اس کے اسماء وصفات پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو آفاق وانفس میں اپنی آیات کا مشاہدہ کرایا، بڑی بڑی نعمتوں سے بہرہ مند کیا اور ان نعمتوں کو شمار کیا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں، اس کا شکر ادا کریں اور اس کا ذکر کریں۔

﴿فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ﴾ ”پھر تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی کون کون سی آیات ہیں جن کا تم اعتراف نہیں کرتے؟ تمھارے نزدیک بھی یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ تمام آیات اور تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں، تب انکار کی کوئی گنجائش اور روگردانی کا کوئی موقع باقی نہیں۔ بلکہ یہ آیات اور نعمتیں عقل مندوں پر واجب ٹھہراتی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور اس کی طرف متوجہ ہونے میں اپنی پوری کوشش صرف کریں۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط

کیا پس نہیں سیر کی انہوں نے زمین میں پس وہ دیکھتے کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہوئے؟

كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

تھے وہ زیادہ (تعداد میں) ان سے اور زیادہ سخت قوت میں اور نشانات کے اعتبار سے زمین میں پس نہ کام آیا انکے وہ جو کچھ تھے وہ

يَكْسِبُوْنَ (۸۲) فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ

کماتے ○ پس جب آئے ان کے پاس رسول ان کے ساتھ واضح دلائل کے تو خوش ہوئے وہ اس پر جو ان کے پاس تھا

الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (۸۳) فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا

علم اور گھیر لیا انکو اس (عذاب) نے کہ تھے وہ اس کیساتھ ٹھٹھا کرتے ○ پس جب دیکھا انہوں نے ہمارا عذاب تو کہا: ایمان لائے ہم

بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ (۸۴) فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ

اللہ اکیلے پر اور انکار کیا ہم نے ان چیزوں کا کہ تھے ہم انکو (اللہ کا) شریک ٹھہرانے والے ○ پس نہ ہوا کہ نفع دیتا انکو ایمان (لانا) انکا

لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ط سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ج

جب کہ دیکھ لیا انہوں نے عذاب ہمارا (مانند) طریقہ اللہ کے جو گزر ا اس کے بندوں میں

وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ (۸۵) ع

اور خسارہ اٹھایا وہاں کافروں نے ○

۱۴ ع ۹

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول کی تکذیب کرنے والوں کو اس بات پر ابھارتا ہے کہ وہ اپنے قلب وبدن کے ساتھ زمین پر چل پھر کر دیکھیں اور اہل علم سے سوال کریں۔ ﴿فَيَنْظُرُوْا﴾ ''پس وہ دیکھیں'' غفلت اور بے پروائی کی نظر سے نہ دیکھیں بلکہ فکر واستدلال کی نظر سے دیکھیں۔ ﴿كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے؟'' یعنی قوم عاد وثمود جیسی گزشتہ قوموں کا کیا انجام ہوا؟ جو ان سے قوت میں زیادہ، مال میں کثرت اور زمین میں آثار، یعنی مضبوط محلات، خوب صورت باغات اور بے شمار کھیتیاں چھوڑنے کے لحاظ سے بڑے تھے۔ ﴿فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''تو ان کی کمائی نے انھیں کوئی فائدہ نہ دیا۔'' جب اللہ تعالیٰ کا حکم آ پہنچا تو ان کی قوت ان کے کسی کام آئی نہ وہ اپنے مالوں کا فدیہ دے سکے اور نہ وہ اپنے قلعوں کے ذریعے ہی سے بچ سکے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے جرم عظیم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''جب ان کے رسول ان کے پاس معجزات لے کر آئے۔'' یعنی کتب الٰہیہ، بڑے بڑے معجزات اور وہ علم نافع لے کر مبعوث ہوئے جو ہدایت اور گمراہی، حق اور باطل میں امتیاز کرتا ہے ﴿فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ﴾ ''تو وہ اسی علم پر

نازاں رہے جوان کے پاس تھا۔‘‘ یعنی وہ انبیاء و رسل کے دین سے متناقض اور باطل علمی نظریات ہی میں مگن رہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ ان کا اس نام نہاد علم پر خوش ہونا، اس علم پر ان کی رضا اور اس کے ساتھ تمسک اور حق کے ساتھ ان کی شدید عداوت پر دلالت کرتا ہے جسے لے کر رسول مبعوث ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنے باطل نظریات کو حق قرار دیا اور یہ ان تمام علوم کے لیے عام ہے جن کے ذریعے سے انبیاء و رسل کے لائے ہوئے علم کی مخالفت کی جاتی ہے۔ ان کے ان علوم میں داخل ہونے کے سب سے زیادہ مستحق علوم فلسفہ اور منطق یونان ہیں جن کے ذریعے سے قرآن کی بہت سی آیات کو رد کیا جاتا ہے، دلوں میں قرآن کی قدر کم کی جاتی ہے۔ قرآن کے قطعی اور یقینی دلائل کو لفظی دلائل قرار دیا جاتا ہے جو یقین کا فائدہ نہیں دیتے اور ان دلائل پر اہل سفاہت اور اہل باطل کی عقل کو مقدم رکھا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سب سے بڑا الحاد، ان کی مخالفت اور معارضت ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔

﴿وَحَاقَ بِهِمْ﴾ ’’اور انھیں گھیر لیا‘‘ ﴿مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ اس عذاب نے جس کا وہ تمسخر اڑایا کرتے تھے۔ ﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا﴾ ’’جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے‘‘ تو اقرار کرنے لگے، تب ان کا اقرار ان کو کوئی فائدہ نہ دے سکا۔ ﴿قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ﴾ ’’وہ کہنے لگے: ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس کا انکار کرتے ہیں۔‘‘ یعنی جن بتوں اور خود ساختہ معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا کرتے تھے، اس کا انکار کرتے ہیں اور ہم ہر اس علم و عمل سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جو رسولوں کا مخالف ہے۔ ﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا﴾ ’’جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو ان کے ایمان نے انھیں کچھ فائدہ نہ دیا۔‘‘ یعنی اس حال میں ان کا ایمان انھیں کوئی فائدہ نہ دے گا جب وہ ہمارا عذاب دیکھ لیں گے ﴿سُنَّتَ اللّٰهِ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت اور عادت ہے ﴿الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ﴾ ’’جو اس کے بندوں میں چلی آتی ہے۔‘‘ یعنی ان جھٹلانے والوں کے بارے میں، جو اس وقت ایمان لاتے ہیں جب ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ ان کا ایمان صحیح ہے نہ ان کو عذاب سے نجات دلا سکتا ہے۔ یہ اضطراری اور مشاہدے کا ایمان ہے۔

وہ ایمان جو صاحب ایمان کو نجات دیتا ہے، اختیاری ایمان ہے، جو قرائن عذاب کے وجود سے پہلے پہلے، ایمان بالغیب ہے۔ ﴿وَخَسِرَ هُنَالِكَ﴾ ’’اور خسارے میں پڑ جاتے ہیں ایسے وقت میں‘‘ جب ہم ہلاکت اور عذاب کا مزا چکھاتے ہیں ﴿الْكٰفِرُوْنَ﴾ ’’کافر لوگ‘‘ جو اپنے دین، دنیا اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ آخرت کے گھر میں مجرد خسارہ ہی نہیں ہوگا بلکہ ایک ایسا خسارہ ہوگا کہ وہ نہایت شدید دائمی اور ابدی عذاب کے اندر، بدبختی میں گھرا ہوا ہوگا۔

تفسیر سورۂ حٰمٓ السجدۃ

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة (۴۱) مَكِّيَّةٌ (۶۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۵۴
رُكُوْعَاتُهَا ۶

حٰمٓ ۚ ① تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۚ ② كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا

حٰمٓ ○ (یہ قرآن) نازل کیا ہوا ہے رحمٰن رحیم کی طرف سے ○ ایک ایسی کتاب ہے کہ کھول کر بیان کی گئی ہیں آیتیں اسکی درآں حالیکہ قرآن ہے عربی

لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۙ ③ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ④

اس قوم کے لئے جو علم رکھتی ہے ○ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا' پس منہ موڑ لیا اکثر نے ان میں سے پس وہ نہیں سنتے ○

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا

اور انہوں نے کہا: ہمارے دل پردوں میں ہیں اس بات سے کہ بلاتا ہے تو ہمیں اسکی طرف اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ (کارک) ہے اور ہمارے درمیان

وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ⑤ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى

اور تیرے درمیان ایک پردہ ہے' پس تو (اپنا) کام کر بلاشبہ ہم (اپنا) کام کرنے والے ہیں ○ کہہ دیجئے: بے شک میں تو ایک بشر ہوں تمہاری مثل وحی کی جاتی ہے

اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ ⑥

میری طرف یہ کہ معبود تمہارا معبود ہے ایک ہی' پس یکسوئی سے متوجہ رہو اسکی طرف اور بخشش مانگو اس سے اور ہلاکت ہے مشرکین کیلئے ○

الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ⑦ اِنَّ الَّذِيْنَ

وہ لوگ جو نہیں دیتے زکوٰۃ اور وہ آخرت کا بھی' وہ انکار کرنے والے ہیں ○ بلاشبہ وہ لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۧ ⑧

جو ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے نیک ان کے لئے اجر ہے غیر منقطع ○

الثلثة

ع ۸ / ۱۵

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آگاہ فرماتا ہے کہ یہ کتاب جلیل اور قرآن جمیل ﴿تَنْزِيْلٌ﴾ اتارا گیا ہے'' یعنی صادر ہوا ہے ﴿مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ''رحمان و رحیم کی طرف سے'' جس کی رحمت ہر چیز پر سایہ کناں ہے جس کی سب سے بڑی اور سب سے جلیل القدر نعمت یہ ہے کہ اس نے یہ کتاب نازل کی جس سے علم و ہدایت' نور و شفا' رحمت اور خیر کثیر حاصل ہوتی ہے اور یہ دنیا و آخرت میں سعادت کی راہ ہے' پھر اللہ نے اس کتاب جلیل کی پوری طرح مدح و ثنا بیان کی' چنانچہ فرمایا: ﴿فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ﴾ ''جس کی آیتیں کھول کھول کر بیان کی گئی ہیں۔'' ہر چیز کی تمام انواع کو علیحدہ علیحدہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور یہ چیز بیانِ کامل' ہر چیز کے درمیان تفریق اور حقائق کے مابین امتیاز کو مستلزم ہے۔ ﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا﴾ یعنی فصیح عربی میں' جو کامل ترین زبان ہے۔ اس کی آیات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس کتاب کو قرآن عربی بنایا گیا ہے۔ ﴿لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''علم رکھنے

والوں کے لیے۔'' یعنی (یہ قرآن) اس لیے نازل کیا گیا ہے تاکہ علم رکھنے والے لوگوں پر جس طرح اس کے الفاظ واضح ہیں، اس کے معانی بھی واضح ہوں اور ان کے سامنے ہدایت اور گمراہی نمایاں ہو کر ایک دوسرے سے ممیز ہو جائیں۔ رہے جہلا جن کو ہدایت گمراہی میں اور بیان اندھے پن میں اضافہ کرتا ہے، تو ان لوگوں کے لیے یہ کلام نہیں لایا گیا۔ ﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (البقرۃ : ۶/۲) ''ان کے لیے برابر ہے، خواہ آپ ان کو برے انجام سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔''

﴿بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ یعنی دنیاوی اور اخروی ثواب کی خوشخبری سنانے والا اور دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈرانے والا۔ پھر تبشیر وانذار کی تفصیل کا ذکر کیا اور ان اسباب واوصاف کا ذکر کیا جن کے ذریعے سے تبشیر وانذار حاصل ہوتے ہیں۔ یہ اس کتاب کے وہ اوصاف ہیں جو اس بات کے موجب ہیں کہ اسے قبول کیا جائے، اس کے سامنے سر اطاعت خم کیا جائے، اس پر ایمان لایا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ مگر اکثر لوگوں نے اس طرح روگردانی کی ہے جس طرح متکبرین کا وتیرہ ہے۔ ﴿فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ اور وہ اسے قبول کرنے کے ارادے سے نہیں سنتے اگرچہ وہ اسے اس طرح ضرور سنتے ہیں جس سے ان پر شرعی حجت قائم ہو جائے۔ ﴿وَقَالُوْا﴾ یعنی اس کتاب کریم سے روگردانی کرنے والے، اس سے اپنے عدم انتفاع اور اس تک پہنچانے والے دروازوں کے بند ہونے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ﴾ ''ہمارے دل پردوں میں ہیں۔'' یعنی پردوں میں ڈھانپے ہوئے ہیں ﴿مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ﴾ ''اس چیز سے جس چیز کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو اور اس سے ہمارے کانوں میں بوجھ ہے۔'' یعنی ہمارے کانوں میں گرانی ہے پس ہم سن نہیں سکتے۔ ﴿وَمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ﴾ ''اور ہمارے اور تمھارے درمیان پردہ ہے'' اس لیے ہم تجھے دیکھ نہیں سکتے۔ ان کا مقصد صرف ہر لحاظ سے اس کتاب عظیم سے اعراض کا اظہار تھا، انھوں نے اس کتاب سے اپنے بغض اور اپنے باطل موقف سے رضامندی کا اظہار کیا، اس لیے انھوں نے کہا: ﴿فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ﴾ ''پس تو اپنا کام کیے جا، ہم اپنا کام کرنے والے ہیں۔'' یعنی جیسے اپنے دین پر عمل کرنا تم پسند کرتے ہو ویسے ہی ہم بھی اپنے دین پر پوری رضامندی کے ساتھ عمل پیرا ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سب سے بڑی محرومی ہے کہ وہ ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی پر راضی ہو گئے، ایمان کے بدلے کفر کو اختیار کیا اور دنیا کے بدلے آخرت کو بیچ دیا۔

﴿قُلْ﴾ اے نبی! ان سے کہہ دیجیے: ﴿اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ ''میں تو تمھارے جیسا ہی ایک انسان ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے۔'' یعنی میرا وصف اور میرا وظیفہ یہ ہے کہ میں تمھارے جیسا بشر ہوں، میرے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں اور نہ میرے اختیار میں وہ عذاب ہے جس کے لیے تم جلدی مچا رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس وحی کے ذریعے سے مجھے تم پر فضیلت عطا کی، اس کے ذریعے سے مجھے تم سے ممتاز کیا اور اس کے لیے مجھے مختص کیا، جو وحی اس نے میری طرف بھیجی، مجھے اس کی اتباع اور تمھیں اس کی طرف دعوت دینے کا حکم

دیا۔ ﴿ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ ﴾ ''لہٰذا سیدھے اس طرف متوجہ رہو'' یعنی میں جن امور کے بارے میں تمھیں خبر دے رہا ہوں ان کی تصدیق، اوامر کی اتباع اور نواہی سے اجتناب کر کے اس راستے پر گامزن ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ یہ حقیقت استقامت ہے اور پھر اس پر قائم رہو۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ اِلَيْهِ ﴾ میں اخلاص کی طرف اشارہ ہے، یعنی عمل کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اپنے عمل کا مقصد اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچنا قرار دے، اس طرح اس کا عمل خالص، صالح اور نفع مند ہو گا اور اخلاص کی عدم موجودگی سے اس کا عمل باطل ہو جائے گا اور چونکہ بندہ، خواہ وہ استقامت کا کتنا ہی حریص کیوں نہ ہو، مامورات میں تقصیر منہیات کے ارتکاب کی بنا پر خلل کا شکار ہو جاتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو استغفار کی دوا کے استعمال کا حکم دیا ہے، جو توبہ کو متضمن ہے، لہٰذا فرمایا: ﴿ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ﴾ ''اور اس سے مغفرت طلب کرو۔'' پھر ترک استقامت پر اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ○ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ ﴾ ''مشرکین کے لیے ہلاکت ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔'' یعنی جو اللہ کو چھوڑ کر ان ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں جو کسی کو نفع و نقصان دینے کا اختیار رکھتی ہیں نہ موت و حیات کا اور نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا۔ انھوں نے اپنے آپ کو گندگی میں دھنسا لیا ہے اور وہ اپنے رب کی توحید اور اخلاص کے ذریعے سے اپنے آپ کو پاک نہیں کرتے، وہ نماز پڑھتے ہیں نہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ توحید اور نماز کے ذریعے سے اپنے رب کے لیے اخلاص رکھتے ہیں نہ زکوٰۃ کے ذریعے سے مخلوق کو نفع پہنچاتے ہیں۔ ﴿ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ ''اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔'' یعنی وہ حیات بعد الموت پر ایمان رکھتے ہیں نہ جنت اور جہنم پر، اس لیے جب ان کے دلوں سے خوف زائل ہو گیا تو انھوں نے ایسے ایسے کام کیے ہیں جو آخرت میں انھیں سخت نقصان دیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفار کا ذکر کرنے کے بعد اہل ایمان کے اوصاف اور ان کی جزا کا ذکر فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے'' یعنی اس کتاب پر اور ان امور پر ایمان لائے جن پر کتاب مشتمل ہے اور ان اعمال صالحہ کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تصدیق کی جو اخلاص للہ اور متابعت رسول کے جامع ہیں۔ ﴿ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾ ''ان کے لیے ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔'' یعنی ان کے لیے اجر عظیم ہے جو کبھی منقطع ہو گا نہ ختم ہو گا بلکہ وہ ہمیشہ رہے گا اور ہر گھڑی بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ یہ اجر ہر قسم کی لذات و مشتہیات پر مشتمل ہو گا۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ

کہہ دیجیے: کیا بیشک تم البتہ کفر کرتے ہو ساتھ اس ذات کے جس نے پیدا کیا زمین کو دو دن میں اور بناتے ہو تم اس کیلیے شریک،

ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ⑨ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ

وہ رب ہے جہانوں کا ○ اور بنائے اس نے اس میں مضبوط پہاڑ اس کے اوپر اور برکت دی اس میں اور اندازہ کیا

فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ⑩ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ

اس میں اسکی غذاؤں کا (یہ سارے کام ہوئے) چار دن میں' یکساں طور پر پوچھنے والوں کے لئے ○ پھر وہ متوجہ ہوا آسمان کی طرف

وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا

جب کہ وہ دھواں تھا' پس کہا اللہ نے اس سے اور زمین سے' آؤ تم دونوں خوشی یا ناخوشی سے' تو کہا ان دونوں نے: آئے ہم

طَآئِعِيْنَ ⑪ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ

بہ رضا ورغبت (خوشی خوشی) ○ پس بنا دیا ان کو سات آسمان دو دن میں اور القا کیا اس نے ہر آسمان میں

اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ

اس کا کام اور مزین کیا ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے اور (اس کی) حفاظت (بھی) کی

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ⑫

یہ اندازہ ہے غالب خوب جاننے والے کا○

اللہ تبارک وتعالیٰ تعجب کے ساتھ کفار کے کفر کا انکار کرتا ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ہم سر گھڑ رکھے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا ہوا ہے' ان کی عبادت کرتے ہیں' انھیں رب عظیم اور مالک کریم کے برابر گردانتے ہیں' جس نے اتنی بڑی زمین کو صرف دو دن میں پیدا کیا' پھر دو دن میں اس کو ہموار کیا' اس کے اندر بڑے بڑے پہاڑ رکھ دیے جو اسے مٹنے' ہلنے اور عدم استقرار سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق کی تکمیل کی' پھر پھیلا کر ہموار کیا' اس میں سے خوراک اور اس کی توابعات نکالیں ﴿فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ﴾ ''چار دن میں' سوال کرنے والوں کے لیے یکساں ہے۔'' یہ اس بارے میں سوال کرنے والوں کے لیے ٹھیک ٹھیک جواب ہے۔ تجھے یہ خبر ایک خبردار ہستی کے سوا کوئی نہیں دے سکتا ہے اور یہ ایسی سچی خبر ہے جس میں کوئی کمی ہے نہ بیشی۔

﴿ثُمَّ﴾ یعنی زمین کی تخلیق کے بعد ﴿اسْتَوٰٓى﴾ قصد کیا ﴿اِلَى السَّمَآءِ﴾ آسمان کی تخلیق کا ﴿وَهِيَ دُخَانٌ﴾ ''اور وہ دھواں تھا'' جو پانی کی سطح پر اٹھ رہا تھا۔ ﴿فَقَالَ لَهَا﴾ ''پس آسمان سے کہا'' چونکہ اس میں اختصاص کا وہم تھا اس لیے اس پر اپنے اس فرمان کا عطف ڈالا: ﴿وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا﴾ ''اور زمین سے کہ دونوں آؤ! خوشی سے یا ناخوشی سے۔'' یعنی میرے حکم کی طوعاً یا کرھاً تعمیل کرو یہ نافذ ہو کر رہے گا ﴿قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ﴾ ''دونوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں۔'' ہمارا ارادہ تیرے ارادے کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ ﴿فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ﴾ ''پھر دو دن میں سات آسمان بنائے۔'' پس آسمانوں اور زمین کی تخلیق چھ دنوں میں مکمل ہوگئی۔ پہلا دن اتوار اور آخری دن جمعہ تھا' حالانکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت تمام کائنات کو ایک لمحے میں تخلیق کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی مگر وہ قدرت رکھنے کے ساتھ ساتھ رفق اور حکمت والا بھی ہے یہ اس کی حکمت اور رفق ہی ہے کہ اس نے اس کائنات کی تخلیق اس مقررہ مدت میں کی۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس آیت کریمہ اور سورۃ النازعات کی آیت: ﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا﴾ (النّٰزعٰت: ۷۹/۳۰) ”اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔“ میں بظاہر تعارض دکھائی دیتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کوئی تعارض ہے نہ اختلاف۔ سلف میں بہت سے اہل علم نے اس کا جواب دیا ہے کہ زمین کی تخلیق اور اس کی صورت گری آسمانوں کی تخلیق سے متقدم ہے، جیسا کہ یہاں ذکر کیا گیا ہے اور زمین کو پھیلانا کہ ﴿اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ○ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا﴾ (النّٰزعٰت: ۷۹/۳۱۔۳۲) ”اس نے اس میں سے اس کا پانی جاری کیا اور چارہ اگایا، پھر اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا۔“ آسمانوں کی تخلیق سے متاخر ہے جیسا کہ سورۃ النازعات میں آتا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ○ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ○ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا﴾ (النّٰزعٰت: ۷۹/۳۰۔۳۲) اور اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا: (وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ خَلَقَهَا)

﴿وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا﴾ ”اور ہر آسمان کی طرف اس کے کام کا حکم بھیجا۔“ یعنی ہر آسمان کے لائق امر و تدبیر وحی کی جو احکم الحاکمین کی حکمت کا تقاضا تھا۔ ﴿وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ﴾ ”اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں کے ذریعے سے مزین کیا۔“ اس سے مراد ستارے ہیں جن سے روشنی اور راہنمائی حاصل ہوتی ہے اور ظاہری طور پر یہ ستارے آسمان کی زینت اور خوبصورتی ہیں ﴿وَحِفْظًا﴾ اور باطنی طور پر شیاطین سے حفاظت کے لیے ان کو شہاب ثاقب بنایا ہے تاکہ وہ آسمانوں سے سن گن نہ لے سکیں۔ ﴿ذٰلِكَ﴾ ”یہ“ یعنی زمین، آسمانوں اور ان میں جو کچھ ہے، سب کا یہ مذکورہ انتظام ﴿تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ ”منصوبہ ہے ایک زبردست ہستی کا جو علیم بھی ہے۔“ یعنی زبردست ہستی کا مقرر کردہ اندازہ ہے جو اپنی قوت اور غلبے کی بنا پر تمام اشیا پر غالب ہے اور ان کی تدبیر کر رہی ہے اور اس نے اپنی قوت اور غلبے سے تمام مخلوقات کو تخلیق کیا۔ ﴿الْعَلِيْمِ﴾ جس کے علم نے غائب اور شاہد، تمام مخلوقات کا اپنے علم کے ساتھ احاطہ کر رکھا ہے۔ پس مشرکین کا اس رب عظیم اور واحد قہار کے لیے اخلاص کو ترک کر دینا، جس کے سامنے تمام مخلوق سرافگندہ ہے اور تمام کائنات پر اس کی قدرت نافذ ہے، سب سے زیادہ تعجب انگیز چیز ہے۔ پھر خود ساختہ معبود بنانا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دینا، حالانکہ وہ اپنے اوصاف و افعال میں ناقص ہیں، اس سے بھی عجیب تر ہے۔ اگر یہ اپنی روگردانی پر جمے رہے تو دنیاوی اور اخروی عذاب کے سوا ان کا کوئی علاج نہیں، اس لیے ان کو ڈراتے ہوئے فرمایا:

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ⑬ اِذْ جَآءَتْهُمُ

پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دیجیے: میں نے ڈرا دیا تم کو کڑک (آسمانی عذاب) سے مثل کڑک عاد اور ثمود کے ○ جب آئے انکے پاس

الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ

رسول ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے یہ (کہتے ہوئے) کہ نہ عبادت کرو تم مگر اللہ ہی کی، تو انہوں نے کہا، اگر

شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ⑭

چاہتا ہمارا رب تو البتہ نازل کر دیتا فرشتے' پس بلاشبہ ہم تو ساتھ اس چیز کے' کہ بھیجے گئے ہو تم ساتھ اسکے' انکار کرنیوالے ہیں ○

یعنی اگر یہ مکذبین اس کے باوجود بھی اعراض کریں' حالانکہ ان کے سامنے قرآن کے اوصاف حمیدہ اور رب عظیم کی صفات جلیلہ بیان کی جا چکی ہیں ﴿ فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً ﴾ "تو کہہ دیجیے: میں تمھیں ایسی کڑک سے ڈراتا ہوں" جو کہ عذاب ہے وہ تمھاری جڑ کاٹ کر رکھ دے ﴿ مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴾ "جیسی کڑک قوم عاد اور ثمود پر گری تھی۔" عاد اور ثمود یہ دو معروف قبیلے تھے' ان پر ٹوٹنے والے عذاب نے ان کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا تھا اور انھیں سخت سزا دی گئی' یہ سب کچھ ان کے ظلم اور کفر کے باعث تھا۔

﴿ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ ﴾ "جب ان کے پاس رسول ان کے آگے سے اور پیچھے سے آئے۔" یعنی یکے بعد دیگرے لگاتار رسول آئے' ان تمام رسولوں کی دعوت ایک تھی ﴿ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ﴾ "کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو" یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا حکم دیتے تھے اور شرک سے روکتے تھے' مگر انھوں نے انبیائے کرام کی دعوت کو رد کرتے ہوئے ان کی تکذیب کی اور کہنے لگے: ﴿ لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ﴾ "اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اتار دیتا۔" رہے تم' تو تم ہماری ہی طرح بشر ہو ﴿ فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴾ "پس تم جو دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔" یہ شبہ تمام کافر قوموں میں نسل در نسل متوارث چلا آ رہا ہے اور یہ انتہائی کمزور شبہ ہے کیونکہ رسالت کے لیے یہ شرط نہیں کہ جس کو رسول بنا کر بھیجا جا رہا ہو وہ فرشتہ ہو۔ رسالت کی شرط صرف یہ ہے کہ رسول ایسی چیز پیش کرے جو اس کی صداقت کی دلیل ہو' لہٰذا اگر وہ کر سکتے ہوں تو ان کو چاہیے کہ وہ عقلی اور شرعی دلائل کی بنیاد پر جرح و قدح کریں' لیکن وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا

پس لیکن عاد (قوم) نے تو تکبر کیا زمین میں ناحق اور انہوں نے کہا: کون ہے زیادہ سخت ہم سے

قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا

قوت میں؟ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ بے شک اللہ جس نے پیدا کیا ان کو' وہ زیادہ سخت ہے ان سے قوت میں' اور تھے وہ

بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ⑮ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ

ہماری آیتوں کا انکار کرتے ○ پس بھیجی ہم نے ان پر ہوا سخت منحوس ثابت ہونے والے دنوں میں

لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْىِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ

تاکہ چکھائیں ہم ان کو عذاب رسوائی کا زندگانیٔ دنیا میں' اور البتہ عذاب

الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ⑯

آخرت کا بہت زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور وہ مدد نہیں کیے جائیں گے ○

یہ ان مذکورہ بالا دو قوموں، یعنی عاد و ثمود کا مفصل قصہ ہے۔ فرمایا: ﴿فَاَمَّا عَادٌ﴾ قوم عاد اپنے کفر آیات الٰہی اور انبیاء و مرسلین کی تکذیب کے ساتھ ساتھ زمین پر تکبر کے ساتھ رہتے تھے۔ اپنے اردگرد بندگان الٰہی پر قہر اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے تھے، ان کی قوت نے ان کو فریب میں مبتلا کر رکھا تھا ﴿وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ ''اور وہ کہتے تھے: بھلا ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا جواب دیا جسے ہر شخص جانتا ہے۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً﴾ ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا، وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے۔'' اگر اللہ تعالیٰ ان کو تخلیق نہ کرتا تو وہ کبھی وجود میں نہ آسکتے اگر وہ اپنے اس حال پر صحیح طریقے سے غور کرتے تو کبھی اپنی طاقت کے فریب میں مبتلا نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی سزا دی جو ان کی اس قوت سے عین مناسبت رکھتی تھی جس کی وجہ سے وہ مغرور تھے۔

﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا﴾ یعنی ہم نے ان پر انتہائی سخت طوفانی آندھی بھیجی جس میں بجلی کی کڑک کی مانند سخت ہولناک آواز تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس طوفانی ہوا کو ان پر ﴿سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ (الحآقة: ٦٩/٧) ''لگاتار سات رات اور آٹھ دن تک چلائے رکھا، اس ہوا میں تو ان لوگوں کو اس طرح پچھاڑے ہوئے دیکھتا گویا وہ کھجوروں کے خالی تنے ہیں۔''

﴿نَّحِسَاتٍ﴾ یعنی یہ دن ان کے لیے منحوس تھے۔ اس ہوا نے ان کو ہلاک کر کے تباہ و برباد کر دیا اور ان کی یہ حالت ہوگئی کہ ان کے اجڑے ہوئے گھروں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ﴿لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''تاکہ ہم انھیں دنیا کی زندگی ہی میں رسوائی کا عذاب چکھائیں۔'' اس عذاب کی وجہ سے انھوں نے مخلوق میں فضیحت اور رسوائی کا سامنا کیا۔ ﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی ذلیل کرنے والا ہے اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔'' کوئی ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روک سکے گا نہ وہ اپنے آپ کو کوئی فائدہ پہنچا سکیں گے۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ

اور لیکن ثمود (قوم) پس رہنمائی کی ہم نے انکی تو انہوں نے پسند کیا اندھے پن کو اوپر ہدایت کے پس پکڑ لیا انکو کڑک نے عذاب

الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑰ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ⑱

رسوائی کی بہ سبب اس کے جو تھے وہ کماتے ○ اور نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور تھے وہ تقویٰ اختیار کرتے ○

منزل٦

﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ﴾ اور رہے ثمود تو یہ ایک معروف قبیلہ ہے جو حجر اور اس کے اردگرد کے علاقے میں آباد تھا۔

جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا جو ان کو ان کے رب کی توحید کی دعوت دیتے تھے اور ان کو شرک سے روکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو معجزے کے طور پر اونٹنی عطا کی، جس کے لیے پانی پینے کا ایک دن مقرر تھا۔ ثمود کے لوگ ایک دن اس اونٹنی کا دودھ پیتے تھے اور ایک دن پانی پیتے تھے اور اس پر انھیں کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا تھا بلکہ اونٹنی اللہ کی زمین پر چر کر گزارہ کرتی تھی، اس لیے ثمود کے بارے میں فرمایا: ﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ﴾ ''جو ثمود تھے، ہم نے انھیں سیدھا راستہ دکھایا۔'' یہاں ہدایت سے مراد ہدایت بیان ہے۔ ہر چند کہ ہلاکت کا شکار ہونے والی تمام امتوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوئی اور راہ راست ان کے سامنے واضح کر دی گئی، مگر اللہ تعالیٰ نے ثمود کے لیے ہدایت کا ذکر اس لیے کیا کیونکہ ان کو بہت بڑا معجزہ عطا کیا گیا تھا۔ اس معجزے کو ان کے بچوں، بوڑھوں، مردوں اور عورتوں سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہدایت اور بیان کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔ مگر انھوں نے اپنے شر اور ظلم کی وجہ سے ہدایت، یعنی علم و ایمان کی بجائے اندھے پن، یعنی کفر اور گمراہی کو پسند کیا تو جو کچھ وہ کمایا کرتے تھے اس کی وجہ سے انھیں عذاب نے پکڑ لیا اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا ظلم نہ تھا۔ ﴿وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ ''اور ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو ایمان لائے اور (نافرمانی سے) بچتے رہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی اتباع کرنے والے ان مومنین کو نجات دی جو شرک اور معاصی سے بچتے رہے۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ⑲ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا

اور جس دن (ہانک ہانک کر) جمع کیا جائیگا اللہ کے دشمنوں کو آگ کی طرف پس وہ روکے جائینگے ○ یہاں تک کہ جب وہ آ جائینگے اسکے پاس

شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑳ وَقَالُوْا

تو گواہی دینگے انکے خلاف انکے کان اور انکی آنکھیں اور انکی جلدیں، ساتھ ان (عملوں) کے جو تھے وہ کرتے ○ اور وہ کہیں گے

لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ

اپنی جلدوں سے کیوں گواہی دی تم نے ہمارے خلاف؟ تو وہ کہیں گی: بلوایا ہمیں اللہ نے جس نے بلوایا ہر چیز کو

وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ㉑ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ

اور اسی نے پیدا کیا تمھیں پہلی مرتبہ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ اور نہیں تھے تم پردہ کرتے اس (خوف) سے کہ گواہی دینگے

عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ

تمہارے خلاف تمہارے کان اور نہ تمہاری آنکھیں اور نہ تمہاری جلدیں اور لیکن گمان کیا تم نے کہ بلاشبہ اللہ نہیں جانتا

كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ㉒ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ

بہت سے ان عملوں کو جو تم کرتے (تھے) ○ اور یہ تمہارا گمان وہ جو گمان کیا تم نے اپنے رب کے بارے میں اسی نے ہلاک کیا تم کو پس ہو گئے تم

مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ

خسارہ پانے والوں میں سے ○ پس اگر وہ صبر کریں تو بھی آگ ہی ٹھکانا ہے ان کے لئے، اور اگر

يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾

وہ معافی طلب کریں گے تو نہیں ہوں گے وہ معاف کیے گئے لوگوں میں سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے دشمنوں کے بارے میں خبر دیتا ہے، جنھوں نے اس کے ساتھ اور اس کی آیات کے ساتھ کفر کیا، اس کے رسولوں کی تکذیب اور ان کے خلاف جنگ کی، کہ قیامت کے روز ان کا کتنا برا حال ہوگا۔ ان کو اکٹھا کیا جائے گا ﴿اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ﴾ ''آگ کی طرف، پس وہ روکے جائیں گے۔'' ان کے پہلے شخص کو آخری شخص کے آنے تک روکے رکھا جائے گا اور آخری شخص پہلے شخص کی پیروی کرے گا، پھر نہایت سختی کے ساتھ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔ وہ جہنم سے بچ نہیں سکیں گے۔ وہ اپنی مدد خود کر سکیں گے نہ ان کی مدد کی جا سکے گی۔ ﴿حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا﴾ یعنی جب وہ سب جہنم میں وارد ہوں گے اور اپنی بداعمالیوں کا انکار کرنے کا ارادہ کریں گے ﴿شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ﴾ ''تو ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے خلاف شہادت دیں گے۔'' یہ خصوص کے بعد عموم ہے۔ ﴿بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''ان اعمال کی جو وہ کرتے رہے۔'' یعنی ان کا ہر ہر عضو ان کے خلاف گواہی دے گا۔ ان کا ہر ہر عضو یہ کہے گا: ''میں نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کیا تھا۔'' پھر ان تین اعضا کا خاص طور پر ذکر کیا کیونکہ اکثر گناہوں کا ارتکاب یہی تین اعضا کرتے ہیں، یا انھی کے سبب سے اکثر گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے۔

جب یہ اعضا ان کے خلاف گواہی دیں گے تو یہ ان اعضا پر سخت ناراض ہوں گے ﴿وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ﴾ ''اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے:'' یہ آیت کریمہ اس امر کی دلیل ہے کہ ہر عضو کی طرف سے گواہی واقع ہوگی جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ ﴿لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا﴾ ''تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟'' حالانکہ ہم تمھارا دفاع کیا کرتے تھے ﴿قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ ''تو وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اس اللہ نے قوتِ گویائی بخشی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے۔'' لہٰذا گواہی دینے سے انکار کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں، اس کی مشیت کے سامنے کسی چیز کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ ﴿وَهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''اور اس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا۔'' جس طرح اس نے تمھاری ذوات و اجسام کو تخلیق فرمایا اسی طرح تمھاری صفات کو بھی تخلیق فرمایا اور گویائی بھی انھی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ ﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور تم (آخرت میں) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' پھر وہ تمھیں تمھارے اعمال کی جزا دے گا۔ اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد تخلیق اول کے ذریعے سے مرنے کے بعد زندہ کیے جانے پر استدلال ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم کا طریقہ ہے۔

﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ﴾ ”اور (گناہ کرتے وقت) تم اس بات کے خوف سے تو پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمھارے کان اور تمھاری آنکھیں اور تمھارے چمڑے تمھارے خلاف شہادت دیں گے۔“ یعنی تم اپنے اعضا کی گواہی سے اپنے آپ کو چھپا سکتے ہو نہ اس سے بچ سکتے ہو۔ ﴿وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ﴾ ”لیکن تم یہ سمجھتے رہے“ گناہوں کا ارتکاب کر کے ﴿اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ”بے شک اللہ کو تمھارے بہت سے عملوں کی خبر ہی نہیں۔“ اسی لیے تم سے یہ گناہ صادر ہوئے۔

ان کا یہ گمان ان کی ہلاکت اور بدبختی کا سبب بنا، اس لیے فرمایا: ﴿وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ﴾ ”تمھارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے متعلق کر رکھا تھا“ یعنی تم نے اپنے رب کے بارے میں برا گمان کیا جو اس کے جلال کے لائق نہ تھا۔ ﴿اَرْدٰىكُمْ﴾ ”وہی تمھیں لے ڈوبا۔“ یعنی اس نے تمھیں ہلاک کر دیا۔ ﴿فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ”لہٰذا تم خسارہ پانے والوں میں ہو گئے۔“ تم نے اپنے اعمال کے سبب سے، جن کا موجب اپنے رب کے بارے میں تمھارا برا گمان تھا، اپنے آپ کو، اپنے گھر والوں اور اپنے دین کو خسارے میں ڈالا۔ بنابریں تم عذاب اور بدبختی کے مستحق ٹھہرے اور تمھارے لیے عذاب جہنم میں دائمی خلود واجب ہوا۔ یہ عذاب ایک گھڑی کے لیے بھی تم سے علیحدہ نہ ہوگا۔

﴿فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾ ”اب اگر یہ صبر کریں (یا نہ کریں) ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے۔“ اس پر کسی بھی حالت میں صبر نہیں ہوگا۔ اگر کسی حال میں صبر کا امکان فرض کر لیا جائے تاہم آگ کے سامنے صبر کرنا ممکن نہیں اور اس آگ پر صبر کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے جس کی حرارت بے انتہا شدید ہے، اس کی حرارت دنیا کی آگ کی حرارت سے ستر گنا زیادہ ہے۔ اس کا پانی شدید گرم ہوگا، اس کی پیپ بے انتہا بدبودار ہوگی، جہنم کے ٹھنڈے طبقے کی ٹھنڈک کئی گنا زیادہ ہوگی، اس کی زنجیریں، طوق اور گرز بہت بڑے ہوں گے۔ اس کے داروغے نہایت درشت مزاج ہوں گے اور ان کے دلوں سے ہر قسم کا رحم نکل چکا ہوگا اور آخری چیز یہ کہ جبار کی سخت ناراضی ہوگی، چنانچہ جب وہ اسے مدد کے لیے پکاریں گے تو وہ فرمائے گا: ﴿اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ (المؤمنون: ۱۰۸/۲۳) ”دفع ہو جاؤ، اسی میں پڑے رہو اور میرے ساتھ کلام نہ کرو۔“

﴿وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا﴾ ”اگر وہ توبہ کرنا چاہیں“ یعنی اگر وہ عتاب الٰہی کا ازالہ چاہتے ہوئے درخواست کریں گے کہ انھیں دنیا میں دوبارہ بھیجا جائے تاکہ وہ نئے سرے سے عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کو دور کر سکیں۔ ﴿فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ﴾ ”تو ان کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔“ کیونکہ اس کا وقت گزر چکا ہوگا۔ اس گزرے ہوئے عرصے کے دوران ان کو غور و فکر کا موقع دیا گیا اور ان کے پاس برے انجام سے خبردار کرنے والے بھی آئے۔ ان کی حجت منقطع ہو گئی، نیز ان کی عتاب دور کرنے کی التجا بھی محض جھوٹ ہے۔

﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ (الانعام: ۲۸/۶) ’’اگر ان کو لوٹا بھی دیا گیا تو یہ دوبارہ وہی کام کریں گے جن سے ان کو روکا گیا اور بے شک یہ جھوٹے ہیں۔‘‘

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ

اور مقرر کر دیے ہم نے ان کیلیے کچھ ہم نشین، پس اچھے کر دکھائے انھوں نے انکے لیے وہ جو انکے سامنے ہے اور جو انکے پیچھے ہے اور ثابت ہو گئی

عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ

ان پر بات ساتھ ان امتوں کے جو گزر چکیں ان سے پہلے جنوں اور انسانوں میں سے

اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۲۵ ۱۷ ع ۳

بلاشبہ تھے وہ خسارہ پانے والوں میں سے ○

یعنی ہم نے حق کا انکار کرنے والے ان ظالموں کے لیے ﴿قُرَنَآءَ﴾ ’’ہم نشین‘‘ شیاطین کو ساتھی مقرر کر دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا﴾ (مریم: ۸۳/۱۹) ’’کیا آپ دیکھتے نہیں ہم کفار کی طرف شیاطین کو بھیجتے ہیں جو انھیں برائی پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔‘‘ یعنی وہ انھیں گناہ کا ارتکاب کرنے کے لیے بے قرار رکھتے ہیں اور ان کو بہکاتے رہتے ہیں۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ان شیاطین نے مزین کر دیا ﴿لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ ’’ان کے لیے جو ان کے آگے تھا اور جو ان کے پیچھے تھا‘‘ پس ان شیاطین نے دنیا اور اس کی خوبصورتی کو ان کی آنکھوں کے سامنے مزین کر دیا اور انھیں اس کی لذات و شہوات محرمہ کے حوالے کر دیا، یہاں تک کہ وہ فتنے میں مبتلا ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا اقدام کیا اور جیسے چاہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے خلاف جنگ کی راہ چل نکلے اور انھوں نے آخرت کو ان سے دور کر دیا اور اس کی یاد کو فراموش کرا دیا۔ بسا اوقات آخرت کے وقوع کے بارے میں ان کے دلوں میں شبہات پیدا کیے جس سے ان کے دلوں سے آخرت کا خوف چلا گیا اور وہ ان کو لے کر کفر، بدعات اور معاصی کی راہوں پر گامزن ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کا ان مکذبینِ حق پر شیاطین کو مسلط کرنا، ان کی اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس کی آیات سے روگردانی اور ان کے انکارِ حق کے سبب سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (الزخرف: ۴۳/۳۶-۳۷) ’’اور جو شخص رحمان کے ذکر سے غفلت برتتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس کا ساتھی ہوتا ہے۔ یہ شیاطین انھیں راہ راست پر چلنے سے روک دیتے ہیں جبکہ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ بے شک وہ راہ راست پر چل رہے ہیں۔‘‘

﴿وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ﴾ ''اور ان پر حکم الٰہی ثابت ہو گیا'' یعنی اللہ تعالیٰ کا قول ان پر واجب ہو گیا اور اس کی قضا و قدر کا فیصلہ عذاب کے ساتھ ان پر نازل ہو گیا۔ ﴿فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ ''جنوں اور انسانوں کی جماعتوں میں جو ان سے پہلے گزر چکیں (جن پر بھی اللہ کا وعدہ پورا ہوا) کہ بے شک یہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔'' جو اپنے دین اور آخرت کے بارے میں گھاٹے میں پڑ گئے اور جو شخص گھاٹے میں پڑ جائے تو اسے ذلت اور عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ㉖

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا: نہ سنو تم اس قرآن کو اور غل مچاؤ اس (کے پڑھنے کے وقت) میں تاکہ تم غالب آ جاؤ ○

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا

پس البتہ ہم ضرور چکھائیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا عذاب سخت اور البتہ ہم ضرور بدلہ دیں گے انکو برے عملوں کا جو تھے

يَعْمَلُوْنَ ㉗ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا

وہ کرتے ○ یہ بدلہ ہے اللہ کے دشمنوں کا آگ، ان کے لئے اس میں گھر ہے ہمیشہ کا، بدلہ اس کا جو

كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ㉘ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا

تھے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے ○ اور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا: اے ہمارے رب! دکھا ہم کو وہ دونوں (فریق) جنہوں نے گمراہ کیا تھا ہم کو

مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ㉙

جنوں اور انسانوں میں سے، کر دیں ہم انہیں نیچے اپنے قدموں کے تاکہ ہوں وہ سب سے نچلے لوگوں میں سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کے بارے میں کفار کی روگردانی اور اس روگردانی کے ضمن میں ان کی ایک دوسرے کو وصیت سے آگاہ فرماتا ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ﴾ ''اور کافر (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں: اس قرآن کو نہ سنو'' یعنی اس قرآن کو سننے سے گریز کرو، اس کی طرف کوئی التفات کرو نہ اس کے لانے والے کی بات کی طرف کوئی توجہ دو۔ اگر تمھیں اس کے سننے کا کبھی اتفاق ہو یا اس کے احکام سننے کی دعوت دی جائے تو اس کی مخالفت کرو۔ ﴿وَالْغَوْا فِيْهِ﴾ ''(جب پڑھا جائے تو) خوب شور مچاؤ'' یعنی ایسی باتیں کرو جن کا کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ الٹا نقصان ہو۔ جہاں تک تمھارے بس میں ہو کسی کو اپنے ساتھ، قرآن کی بات کرنے اور اس کے الفاظ یا اس کے معانی کی تلاوت کی اجازت نہ دو۔ اس قرآن مجید سے اعراض کے بارے میں یہ ان کی زبانِ حال اور زبانِ مقال ہے۔

﴿لَعَلَّكُمْ﴾ ''تاکہ تم'' اگر تم نے یہ سب کچھ کیا ﴿تَغْلِبُوْنَ﴾ ''تم غالب رہو۔'' یہ دشمنوں کی طرف سے گواہی ہے اور واضح ترین حق وہ ہوتا ہے جس کی گواہی خود دشمن دیں کیونکہ انھوں نے اس شخص پر، جو حق لے کر آیا،

اپنے غلبے کا حکم صرف اعراض اور روگردانی کے حال میں ایک دوسرے کو روگردانی کی وصیت کی صورت میں لگایا۔ ان کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ اس کی تلاوت میں خلل نہ ڈالیں اور اسے غور سے سنیں تو وہ کبھی غالب نہیں آسکتے کیونکہ حق ہمیشہ غالب رہتا ہے کبھی مغلوب نہیں ہو سکتا۔ اس حقیقت کو اصحاب حق اور اعدائے حق سب جانتے ہیں۔ چونکہ یہ سب کچھ ان کے ظلم اور عناد کے باعث تھا' اس لیے ان کی ہدایت کی توقع باقی نہیں رہی اب ان کے لیے عذاب اور سزا باقی رہ گئی تھی' بنابریں فرمایا: ﴿فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''پس ہم بھی کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور ان کے برے عملوں کی' جو وہ کرتے تھے' سزا دیں گے۔'' اس سے مراد کفر اور معاصی ہے اور یہ ان کے بدترین اعمال ہیں۔ یہ عذاب کی سزا ان کے شرک کی جزا ہے ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ (الکھف: ۱۸/ ۴۹) ''اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔'' ﴿ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کے دشمنوں کی یہی سزا ہے'' جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کی اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے ساتھ جنگ کی ان کی جزا، ان کے کفر' تکذیب' مجادلہ اور جنگ کے سبب سے ﴿النَّارُ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ﴾ ''جہنم کی آگ ہے جس میں ان کا ہیشگی کا گھر ہے۔'' یعنی وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے گھڑی بھر کے لیے ان سے عذاب دور ہوگا نہ ان کی مدد ہی کی جائے گی۔ ﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ ''یہ اس بات کی سزا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔'' کیونکہ یہ نہایت واضح آیات اور قطعی دلائل ہیں جو یقین کا فائدہ دیتے ہیں' لہٰذا ان کا انکار کرنا سب سے بڑا عناد اور سب سے بڑا ظلم ہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور کافروں نے کہا:'' اس سے مراد متبعین ہیں اور اس کی دلیل بعد میں آنے والا کلام ہے' یعنی یہ کفار ان لوگوں پر سخت غصے کی وجہ سے یہ بات کہیں گے جنھوں نے ان کو گمراہ کیا: ﴿رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ﴾ ''اے ہمارے رب! ہمیں جنوں اور انسانوں میں سے وہ لوگ دکھلا دے جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔'' یعنی جن وانس کی دونوں اصناف' جنھوں نے گمراہی اور عذاب کی طرف ہمیں دعوت دی اور اس راہ میں ہماری قیادت کی' وہ ہمیں دکھا۔ ﴿نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ﴾ ''ہم انھیں اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں' تاکہ وہ سب سے زیادہ ذلیل وخوار لوگوں میں شمار ہوں۔'' انھوں نے ہمیں گمراہ کیا' ہمیں فتنے میں مبتلا کیا اور ہمیں جہنم میں ڈالنے کا سبب بنے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جہنمی ایک دوسرے کے خلاف سخت بغض رکھیں گے اور ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا

بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے' پھر اس پر جم گئے' اترتے ہیں ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) کہ نہ

تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (۳۰) نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ

خوف کرو تم اور نہ غم کھاؤ اور خوش ہو جاؤ تم ساتھ جنت کے' وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ○ ہم دوست ہیں تمہارے

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ

زندگانیٔ دنیا میں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لئے ہے اس میں جو چاہیں گے تمہارے جی

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۭ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ ع

ع ۷/ ۱۸

اور تمہارے لئے ہے اس میں جو تم مانگو گے ○ بطور مہمانی کے بڑے بخشنے والے نہایت مہربان کی طرف سے ○

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کا ذکر فرماتا ہے اور اس ضمن میں اہل ایمان میں نشاط پیدا کرتا اور انھیں ان کی اقتدا کرنے کی ترغیب دیتا ہے' چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ﴾ ''بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ڈٹ گئے'' یعنی جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعتراف کر کے اس کا اعلان کیا' اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر راضی ہوئے' اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا پھر علم و عمل کے اعتبار سے راہ راست پر استقامت کے ساتھ گامزن ہوئے ان کے لیے دنیا و آخرت میں خوشخبری ہے۔ ﴿ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ﴾ ''ان پر (نہایت عزت و اکرام والے) فرشتے نازل ہوتے ہیں'' یعنی ان کا نزول بتکرار ہوتا ہے۔ وہ ان کے پاس حاضر ہو کر خوشخبری دیتے ہیں: ﴿ اَلَّا تَخَافُوْا ﴾ ''نہ ڈرو'' یعنی اس معاملے پر خوف نہ کھاؤ جو مستقبل میں تمھیں پیش آنے والا ہے ﴿ وَلَا تَحْزَنُوْا ﴾ ''اور نہ غمگین رہو'' یعنی جو کچھ گزر چکا ہے اس پر غم نہ کھاؤ۔ گویا ماضی اور مستقبل میں ان سے کسی بھی ناگوار امر کی نفی کر دی گئی ہے۔ ﴿ وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾ ''اور تمھیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔'' یہ جنت تمھارے لیے واجب ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو پورا ہو کر رہے گا۔

وہ ثابت قدمی کے لیے ان کی ہمت بڑھاتے اور ان کو خوشخبری دیتے ہوئے یہ بھی کہیں گے: ﴿ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ﴾ ''ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔'' وہ دنیا کے اندر انھیں بھلائی کی ترغیب دیتے ہیں اور بھلائی کو ان کے سامنے مزین کرتے ہیں۔ وہ ان کو برائی سے ڈراتے ہیں اور ان کے دلوں میں برائی کو قبیح بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں اور مصائب اور مقاماتِ خوف میں ان کو ثابت قدم رکھتے ہیں۔ خاص طور پر موت کی سختیوں' قبر کی تاریکیوں' قیامت کے روز پل صراط کے ہولناک منظر کے وقت ان کی ہمت بڑھاتے ہیں اور جنت کے اندر ان کے رب کی طرف سے عطا کردہ اکرام و تکریم پر انھیں مبارک باد دیتے اور ہر دروازے میں سے داخل ہوتے ہوئے ان سے کہیں گے: ﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ (الرعد: ۱۳/ ۲۴) ''تم پر سلامتی ہے' دنیا میں تمھارے صبر کے سبب سے' کیا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر!''

نیز وہ ان سے یہ بھی کہیں گے: ﴿ وَلَكُمْ فِيْهَا ﴾ ''اور اس میں تمھارے لیے'' یعنی جنت کے اندر ﴿ مَا

﴿تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ﴾ ’’جو چیز تمھارے نفس چاہیں گے‘‘ وہ تیار اور مہیا ہوگی۔ **﴿وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ﴾** ’’اور تمھارے لیے ہوگا جو کچھ تم طلب کروگے‘‘ یعنی لذات و شہوات میں سے جس چیز کا تم ارادہ کروگے تمھیں حاصل ہوگی۔ ان لذات کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے قلب میں اس کا خیال گزرا ہے۔ **﴿نُزُلًا﴾** یہ بے پایاں ثواب اور ہمیشہ رہنے والی نعمت‘ مہمانی اور ضیافت ہے **﴿مِّنْ غَفُوْرٍ﴾** ’’بخش دینے والی ہستی کی طرف سے‘‘ جس نے تمھارے گناہوں کو بخش دیا ہے۔ **﴿رَّحِيْمٍ﴾** ’’بہت ہی رحم کرنے والی ہستی کی طرف سے‘‘ جس نے تمھیں نیکیوں کی توفیق دی پھر ان نیکیوں کو قبول فرمایا۔ اس نے اپنی مغفرت سے برائی کو تم سے دور کیا اور اپنی رحمت سے تمھارا مطلوب تمھیں عطا کیا۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا

اور کون زیادہ اچھا ہے بات کے اعتبار سے‘ اس شخص سے جس نے بلایا اللہ کی طرف اور عمل کیا نیک

وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝٣٣

اور کہا: بے شک میں تو فرماں برداروں میں سے ہوں ○

یہ استفہام متحقق اور ثابت شدہ نفی کے معنوں میں ہے‘ یعنی کسی کا قول اچھا نہیں‘ یعنی کسی کا کلام‘ طریقہ اور حال اس شخص سے بڑھ کر اچھا نہیں **﴿مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ﴾** ’’جس نے اللہ کی طرف بلایا‘‘ جو جہلا کو تعلیم کے ذریعے سے‘ غافلین اور اعراض کرنے والوں کو وعظ و نصیحت کے ذریعے سے اور اہل باطل کو بحث و جدال کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام انواع کی عبادت کا حکم اور اس کی ترغیب دیتا ہے اور جیسے بھی ممکن ہو اس عبادت کی تحسین کرتا ہے اور ہر اس چیز پر زجر و توبیخ کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہو اور ہر اس طریقے سے اس کی قباحت بیان کرتا ہے جو اس کے ترک کرنے کا موجب ہے۔

خاص طور پر یہ دعوت اصول دین اسلام‘ اس کی تحسین اور اس کے دشمنوں کے ساتھ احسن طریقے سے مباحثہ و مجادلہ کی دعوت‘ اس دعوت کے متضاد امور مثلاً کفر و شرک سے ممانعت‘ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی تفاصیل‘ اس کے لامحدود جود و احسان‘ اس کی کامل رحمت‘ اس کے اوصاف کمال اور نعوت جلال کے ذکر کے ذریعے سے اس کے بندوں میں اس کی محبت پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول سے علم و ہدایت کے حصول کی ترغیب اور ہر طریقے سے اس پر آمادہ کرنا دعوت الی اللہ کے زمرے میں آتا ہے۔ مکارم اخلاق کی ترغیب‘ تمام مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنا‘ برائی کرنے والے کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا‘ صلہ رحمی اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سب دعوت الی اللہ کا حصہ ہے۔ مختلف مواقع‘ حوادث اور مصائب پر حالات کی مناسبت سے عام لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا دعوت الی اللہ میں شمار ہوتا ہے۔

الغرض ہر بھلائی کی ترغیب اور ہر برائی سے ترہیب دعوت الی اللہ میں شامل ہے۔

پھر فرمایا: ﴿وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ ''اور نیک عمل کیے''، یعنی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے ساتھ ساتھ خود بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے عمل صالح کرتا ہو ﴿وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور کہے کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں''، یعنی جو اس کے حکموں کے تابع اور اس کی راہ پر گامزن ہیں اور یہ تمام تر صدیقین کا مرتبہ ہے' جو اپنی تکمیل اور دوسروں کی تکمیل کے لیے عمل پیرا رہتے ہیں۔ انھیں انبیاء و مرسلین کی مکمل وراثت حاصل ہوئی ہے۔ اسی طرح گمراہی کے راستے پر چلنے والے گمراہ داعیوں کا قول بدترین قول ہے۔

ان دو متباین مراتب کے درمیان، جن میں ایک اعلیٰ علیین کا مرتبہ اور دوسرا اسفل السافلین کا مرتبہ ہے' اتنے مراتب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہر مرتبہ لوگوں سے معمور ہے ﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾ (الأنعام: ١٣٢/٦) ''اور ہر شخص کے لیے اس کے عمل کے مطابق درجہ ہے اور آپ کا رب ان اعمال سے بے خبر نہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ

اور نہیں برابر ہوتی نیکی اور نہ برائی' ٹالیے (برائی کو) ایسی بات سے کہ وہ احسن ہو' تو یکایک وہ شخص

بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ؀ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا

کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے (ایسا ہو جائے گا) گویا کہ وہ دوست ہے نہایت گہرا ○ اور نہیں سکھلائی جاتی یہ (خصلت) مگر

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ؀

انہی لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور نہیں سکھلائی جاتی یہ (خصلت) مگر اسی کو جو بڑا نصیبے والا ہے ○

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ﴾ ''نیکی اور بدی یکساں نہیں ہو سکتیں''، یعنی نیکی اور اطاعت کا فعل' جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر سرانجام دیا گیا اور بدی اور گناہ کا فعل جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہو' کبھی برابر نہیں ہو سکتے' مخلوق کے ساتھ حسن سلوک اور مخلوق کے ساتھ برا سلوک دونوں برابر نہیں ہو سکتے' اپنی ذات میں برابر ہو سکتے ہیں نہ اپنے اوصاف میں اور نہ اپنی جزا میں۔ فرمایا: ﴿هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ (الرحمن: ٦٠/٥٥) ''نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں۔''

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے احسانِ خاص کا ذکر فرمایا جس کا بڑا مقام ہے اور وہ ہے اس شخص کے ساتھ احسان کرنا' جس نے آپ کے ساتھ برا سلوک کیا' اس لیے فرمایا: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ ''آپ (بدی کا) ایسی بات سے دفاع کیجیے جو اچھی ہو''، یعنی جب کبھی لوگوں میں سے کوئی شخص آپ کے ساتھ برا سلوک کرے'

خاص طور پر وہ شخص، جس کا آپ پر بہت بڑا حق ہے، مثلاً عزیز و اقارب اور دوست احباب وغیرہ۔ یہ برا سلوک قول کے ذریعے سے ہو یا فعل کے ذریعے سے، اس کا مقابلہ ہمیشہ حسن سلوک سے کریں۔ اگر اس نے آپ سے قطع رحمی کی ہے تو آپ اس سے صلہ رحمی کریں اگر وہ آپ پر ظلم کرے، آپ اس کو معاف کریں۔ اگر وہ آپ کے بارے میں آپ کی موجودگی یا غیر موجودگی میں کوئی بات کہے تو آپ اس کا مقابلہ نہ کریں بلکہ اس کو معاف کر دیں اور اس کے ساتھ انتہائی نرمی سے بات کریں۔ اگر وہ آپ سے بول چال چھوڑ دے تو آپ اس سے اچھی طرح بات کریں اور اسے کثرت سے سلام کریں۔ جب آپ اس کی برائی کے بدلے حسن سلوک سے پیش آئیں گے تو آپ کو عظیم فائدہ حاصل ہوگا ﴿فَإِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾ ''کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمھارا گرم جوش دوست ہے۔'' یعنی گویا کہ وہ قریبی اور انتہائی مشفق ہے۔ ﴿وَمَا يُلَقّٰهَآ﴾ ''اور نہیں نصیب ہوتی یہ (صفت)'' یعنی اس خصلت حمیدہ کی توفیق نہیں دی جاتی ہے ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا﴾ ''مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں'' جو اپنے نفس کو ان امور کا پابند بناتے ہیں، جنھیں ان کے نفس ناپسند کرتے ہیں اور انھیں ایسے امور پر عمل کرنے پر مجبور کرتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ نفس انسانی کی جبلت ہے کہ وہ برائی کا مقابلہ برائی اور عدم عفو سے کرتا ہے، تب وہ احسان کیوں کر کر سکتا ہے؟

جب انسان اپنے نفس کو صبر کا پابند بنالیتا ہے اور اپنے رب کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے بے پایاں ثواب کو جانتا ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ برا سلوک کرنے والے کے ساتھ اسی جیسا سلوک کرنا اسے کچھ فائدہ نہیں دے گا اور عداوت صرف شدت ہی میں اضافے کا باعث ہوگی اور یہ بھی علم ہے کہ برا سلوک کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے اس کی قدر و منزلت کم نہیں ہوگی، بلکہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رفعت عطا کرتا ہے، تب معاملہ اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے اور وہ اس فعل کو سرانجام دیتے ہوئے لذت محسوس کرتا ہے۔

﴿وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ﴾ ''اور یہ مقام انھی لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔'' یہ خاص لوگوں کی خصلت ہے جس کے ذریعے سے بندے کو دنیا و آخرت میں رفعت عطا ہوتی ہے اور یہ مکارم اخلاق میں سب سے بڑی خصلت ہے۔

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٦﴾

اور اگر ابھارے آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تو پناہ مانگیے اللہ کی، یقیناً وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ○

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن اور سورج اور چاند، نہ سجدہ کرو تم سورج کو اور نہ چاند کو

وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿٣٧﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا

اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے پیدا کیا ان (سب) کو اگر ہو تم صرف اسی کی عبادت کرتے ○ پس اگر وہ تکبر کریں،

فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ ﴿٣٨﴾ السجدة

السجدۃ ۱۱

تو وہ لوگ جو آپ کے رب کے پاس ہیں، وہ تسبیح کرتے ہیں اس کی رات کو اور دن کو اور وہ نہیں تھکتے ○

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَی الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ دیکھتے ہیں آپ زمین کو دبی ہوئی (بنجر) پس جب نازل کیا ہم نے اس پر پانی تو وہ لہلہانے لگی

وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿٣٩﴾

اور ابھر آئی (بلند ہو کر) بلاشبہ وہ (اللہ) جس نے زندہ کیا اس (زمین) کو البتہ زندہ کرنے والا ہے مردوں کو بیشک وہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ہے ○

اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ انسان کو اپنے دشمن انسان کے ساتھ کیسے پیش آنا چاہیے، یعنی اسے اس کی برائی کے مقابلے میں حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ اس کے بعد ذکر فرمایا کہ انسان شیطان کو، جو اس کا دشمن ہے، کیسے دور ہٹائے؟ اور وہ اس طرح کہ بندہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ﴾ ''اگر تمھیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہو۔'' یعنی آپ کسی بھی وقت، شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ محسوس کریں، یعنی شیطان کا وسوسہ، اس کا شر کو آراستہ کرنا اور خیر کو بدنما بنا کر پیش کرنا، یا اس کے کسی حکم کی اطاعت کا خدشہ محسوس کریں ﴿فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ ''تو اللہ کی پناہ مانگیے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی احتیاج کا اظہار کرتے ہوئے اس سے سوال کریں کہ وہ آپ کو پناہ دے اور آپ کو شیطان سے محفوظ رکھے۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ کیونکہ وہ آپ کی بات اور عاجزانہ دعا کو سنتا ہے وہ آپ کے حال کو جانتا ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ آپ اس کی حمایت و حفاظت کے ضرورت مند ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مِنْ اٰیٰتِهٖ﴾ ''اس کی نشانیوں میں سے'' جو اس کے کمال قدرت، نفوذ مشیت، لامحدود قوت اور بندوں پر بے پایاں رحمت پر دلالت کرتی ہیں، نیز اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ﴿الَّیْلُ وَالنَّهَارُ﴾ ''دن اور رات ہیں۔'' دن اپنی روشنی کی منفعت کی بنا پر نشانی ہے کہ لوگ دن کی روشنی میں اپنے کام کاج کے لیے چلتے پھرتے ہیں۔ رات اپنی تاریکی کی منفعت کی بنا پر نشانی ہے کہ مخلوق رات کی تاریکی میں آرام کرتی ہے۔ ﴿وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ﴾ ''اور سورج اور چاند ہیں۔'' جن کے بغیر بندوں کی معاش، ان کے ابدان اور ان کے حیوانات کے ابدان درست نہیں رہتے۔ سورج اور چاند کے ساتھ مخلوق کے بے شمار مصالح وابستہ ہیں۔

﴿لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ﴾ ''تم سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو'' کیونکہ یہ دونوں تو مخلوق اور اللہ تعالیٰ

کے دست تدبیر کے تحت مسخر ہیں۔ ﴿وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ﴾ ”اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔“ یعنی اسی اکیلے کی عبادت کرو کیونکہ وہی خالق عظیم ہے اور اس کے سوا تمام مخلوقات کی عبادت چھوڑ دو، خواہ وہ کتنی ہی بڑی اور ان کے فوائد کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں کیونکہ یہ مصالح اور فوائد ان کے خالق کی طرف سے ودیعت کیے گئے ہیں جو نہایت بابرکت اور بلند ہے ﴿اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ ”اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔“ پس اسی کے لیے اپنی عبادت کو خاص کرو اور اسی کے لیے اپنے دین کو خالص کرو۔

﴿فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا﴾ اگر وہ تکبر و استکبار کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی آیات و براہین کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اللہ ان سے بے نیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ مکرم بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جو حکم دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور ان کو جو حکم دیا جاتا ہے وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں، اس لیے فرمایا: ﴿فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ ”پس جو تیرے رب کے پاس ہیں“ یعنی مقرب فرشتے ﴿یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ﴾ ”وہ دن رات اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور وہ تھکتے نہیں۔“ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اکتاتے نہیں، کیونکہ وہ نہایت طاقتور ہوتے ہیں۔ ان کے اندر عبادت کا داعیہ بھی نہایت قوی ہوتا ہے۔ ﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖ﴾ ”اور اس کی نشانیوں میں سے“ جو اس کے کمال قدرت، ملکیت و تدبیر کائنات اور وحدانیت میں متفرد ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ایک نشانی یہ ہے ﴿اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً﴾ ”کہ بے شک تو زمین کو دبی ہوئی دیکھتا ہے۔“ یعنی اس کے اندر کوئی نباتات نہیں ہوتی ﴿فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ﴾ ”پس جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں۔“ یعنی بارش برساتے ہیں ﴿اهْتَزَّتْ﴾ ”تو وہ شاداب ہو جاتی ہے۔“ یعنی کے نباتات ساتھ لہلہا اٹھتی ہے۔ ﴿وَرَبَتْ﴾ ”اور ابھرنے لگتی ہے“ یعنی وہ ہر قسم کی خوش منظر نباتات اگاتی ہے، جس سے تمام بندوں اور زمین کی زندگی ہوتی ہے۔ ﴿اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا﴾ ”بے شک جس نے اس (زمین) کو زندہ کیا“ جس نے اس کے مرجانے اور بنجر ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کیا ﴿لَمُحْیِ الْمَوْتٰى﴾ وہ قبروں سے مردوں کو بھی قیامت کے روز زندہ کرے گا۔ ﴿اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ”بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ جس طرح اس کی قدرت زمین کے مردہ اور بنجر ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کرنے سے عاجز نہیں اسی طرح وہ مردوں کو زندہ کرنے میں بھی بے بس نہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰى فِی النَّارِ خَیْرٌ

بلاشبہ وہ لوگ جو کج روی کرتے ہیں ہماری آیتوں میں نہیں وہ مخفی رہتے ہم پر، کیا پس جو شخص ڈالا جائے گا آگ میں، وہ بہتر ہے

اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (۴۰)

یا وہ جو آئے گا امن سے دن قیامت کے؟ عمل کرو تم جو چاہو بیشک وہ (اللہ) ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے ○

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿٤١﴾ لَّا

بلاشبہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ساتھ ذکر (قرآن) کے جب آیا وہ انکے پاس (تو وہ ہلاک ہونگے) اور بیشک وہ البتہ ایک کتاب ہے، بہت زبردست ○ نہیں

يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿٤٢﴾

آ سکتا اسکے پاس باطل اسکے آگے سے اور نہ اسکے پیچھے سے، وہ نازل کردہ ہے بڑی حکمت والی قابل تعریف ذات کی طرف سے ○

اللہ تعالیٰ کی آیات میں الحاد سے مراد ہے کہ ان کو کسی بھی لحاظ سے حق وصواب سے ہٹا دینا۔ یا تو ان آیات الٰہی کا انکار کر دینا اور ان آیات کو لانے والے رسول کی تکذیب کرنا، یا ان آیات الٰہی کو ان کے حقیقی معانی سے ہٹا کر ایسے معانی کا اثبات کرنا جو اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے الحاد کرنے والوں کو وعید سنائی ہے کہ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں، اسے اس کے ظاہر و باطن کی اطلاع ہے اور وہ عنقریب اسے اس کے الحاد کی سزا دے گا۔ بنابریں فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ ﴾ ''کیا جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا'' مثلاً اللہ تعالیٰ کی آیات میں الحاد کرنے والا ﴿ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِىْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ ''وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن وامان سے آئے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ و مامون اور اس کے ثواب کا مستحق ہے؟ اور یہ بدیہی طور پر معلوم ہے کہ یہی شخص بہتر ہے۔

جب باطل سے حق واضح ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والا راستہ ہلاکت کی گھاٹیوں میں پہنچانے والے راستے سے الگ ہو گیا تو فرمایا: ﴿ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ﴾ ''تم جو چاہو کر لو۔'' چاہو تو ہدایت کا راستہ اختیار کر لو جو رضائے الٰہی اور جنت کی منزل کو جاتا ہے اور چاہو تو گمراہی کے راستے کو اختیار کر لو جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور بدبختی کی منزل پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ ''بے شک جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو دیکھ رہا ہے'' اس لیے وہ تمھارے احوال و اعمال کے مطابق جزا دے گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾ (الکھف: ۲۹/۱۸) ''اور کہہ دیجیے: حق تمھارے رب کی طرف سے ہے، جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کفر کا رویہ اختیار کرے۔''

پھر فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ ﴾ ''بلاشبہ وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا ذکر (قرآن کریم) کا'' یعنی جو لوگ قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں، جو بندوں کو ان کے دینی، دنیاوی اور اخروی مصالح کی یاددہانی کراتا ہے اور جو اس کی اتباع کرے اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔ ﴿ لَمَّا جَآءَهُمْ ﴾ ''جب کہ وہ ان کے پاس آیا۔'' یعنی افضل اور کامل ترین ہستی کے ذریعے سے ان کے رب کی طرف سے نعمت کے طور پر آیا۔ ﴿ وَ ﴾ ''اور'' حال یہ ہے کہ ﴿ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ ﴾ ''بے شک وہ ایک کتاب ہے'' جو اوصافِ کمال کی جامع ہے۔ ﴿ عَزِيْزٌ ﴾ ''زبردست'' یعنی ہر قسم کے ارادۂ تحریف اور برائی سے محفوظ و مامون ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا

﴿ مِنْ خَلْفِهٖ ﴾ ”اس پر جھوٹ کا دخل آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے۔“ یعنی شیاطین جن وانس میں سے کوئی شیطان‘ چوری‘ یا دخل اندازی یا کمی بیشی کے ارادے سے اس کے قریب نہیں آ سکتا۔ یہ اپنی تنزیل میں محفوظ اور اس کے الفاظ ومعانی ہر تحریف سے مامون ومصئون ہیں۔ جس ہستی نے اسے نازل کیا ہے اس نے اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے اور فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ (الحجر: ۹/۱۵) ”بے شک ہم نے ”ذکر“ (یعنی قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

﴿ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ ﴾ یعنی اس ہستی کی طرف سے نازل کردہ ہے جو اپنے خلق وامر میں حکمت والی ہے۔ جو ہر چیز کو اس کے مناسب حال مقام پر رکھتی ہے۔ ﴿ حَمِيْدٍ ﴾ ”قابل تعریف ہے“ جو اپنی صفات کمال‘ نعوت جلال اور اپنے عدل واحسان پر قابل تعریف ہے‘ بنابریں اس کی کتاب تمام تر حکمت‘ تحصیل مصالح ومنافع اور دفع مفاسد کی تکمیل پر مشتمل ہے‘ جن پر وہ ہستی قابل تعریف ہے۔

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ

نہیں کہا جاتا آپ سے مگر وہی جو تحقیق کہا گیا رسولوں سے آپ سے پہلے‘ بے شک

رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٤٣﴾

آپ کا رب بخشش والا اور دردناک عذاب دینے والا ہے ○

﴿ مَا يُقَالُ لَكَ ﴾ ”نہیں کہا جاتا ہے آپ سے“ اے رسول! یہ اقوال جو آپ کی تکذیب کرنے والوں اور آپ سے عناد رکھنے والوں کی زبان سے صادر ہو رہے ہیں۔ ﴿ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ﴾ ”مگر وہی جو آپ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا“ یعنی یہ اقوال ان اقوال کی جنس سے ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں سے کہے گئے‘ بلکہ بسا اوقات انھوں نے ایک جیسی بات کہی‘ مثلاً انبیاء ومرسلین کی تکذیب کرنے والی امتوں نے اخلاص للہ اور اس اکیلے کی عبادت کی طرف دعوت پر تعجب کا اظہار کیا اور ہر ممکن طریقے سے اس دعوت کو رد کیا۔ وہ بھی کہتے تھے: ﴿ مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ﴾ (یٰس: ۱۵/۳٦) علیہ السلام ”تم ہماری ہی طرح بشر ہو۔“ اسی طرح ان کا اپنے رسولوں سے معجزات کا مطالبہ کرنا جن کا دکھانا ان پر لازم نہ تھا اور اسی قسم کے دیگر الفاظ جو اہل تکذیب کی زبان سے صادر ہوئے۔ چونکہ کفر میں ان کے دل ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں‘ اس لیے ان کے اقوال بھی ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ تمام انبیاء ومرسلین نے کفار کی ایذا رسانی اور ان کی تکذیب پر صبر کیا‘ اس لیے آپ بھی صبر کیجیے جس طرح آپ سے قبل انبیاء ومرسلین نے صبر کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کو توبہ اور اسباب مغفرت کی طرف آنے کی دعوت دی اور انھیں اپنی گمراہی پر جمے رہنے سے ڈرایا‘ چنانچہ فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ ﴾ ”بے شک آپ کا رب معاف کر دینے والا بھی ہے“

یعنی تیرا رب عظیم مغفرت کا مالک ہے جو اس شخص کے ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے جو توبہ کر کے گناہ سے رک جاتا ہے۔ ﴿ وَذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ ''اور دردناک سزا دینے والا بھی ہے۔'' اس شخص کے لیے دردناک عذاب ہے جو تکبر کرتے ہوئے گناہ پر اصرار کرتا ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ

اور اگر کرتے ہم اسکو قرآن عجمی زبان کا تو البتہ وہ کہتے' کیوں نہیں کھول کر بیان کی گئیں آیتیں اسکی؟ کیا (کتاب) عجمی ہے اور (رسول) عربی؟ کہہ دیجیے:

هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ

وہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے' ہدایت اور شفاء ہے' اور وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے' ان کے کانوں میں ڈاٹ (کارک) ہے

وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ ع ۵ ۱۹

اور وہ ان کے حق میں اندھا پن ہے' یہ لوگ (گویا) پکارے جاتے ہیں دور جگہ سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے اپنی کتاب رسول عربی ﷺ پر' آپ کی قوم کی زبان' عربی میں نازل کی تاکہ اس سے ان پر راہ ہدایت واضح ہو جائے۔ اس کتاب کریم کا یہ وصف زیادہ اعتنا کا موجب ہے اور اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ سر تسلیم خم کر کے اسے قبول کیا جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کتاب عظیم کو کسی عجمی زبان میں بھیجا ہوتا تو اس کی تکذیب کرنے والے کہتے۔ ﴿ لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ﴾ اس کی آیات کو واضح کیوں نہ کیا گیا' اس کی تفسیر کیوں نہ بیان کی گئی ﴿ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ﴾ ''یہ کیا بات ہے کہ کتاب عجمی زبان میں اور مخاطب عربی؟'' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ محمد ﷺ عربی ہیں اور کتاب عجمی ہو؟ یہ نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی لیے اپنی کتاب سے ہر امر کی نفی کر دی جس میں اہل باطل کے لیے کوئی شبہ ہو سکتا ہے اور اسے ایسے اوصاف سے موصوف فرمایا جو ان پر اطاعت کو واجب ٹھہراتا ہے' مگر حقیقت یہ ہے کہ اہل ایمان جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق سے نوازا ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور بلند درجے پاتے ہیں اور دیگر لوگوں کے احوال اس کے برعکس ہوتے ہیں۔

بنا بریں فرمایا: ﴿ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ﴾ ''کہہ دیجیے کہ جو ایمان لاتے ہیں' ان کے لیے یہ ہدایت اور شفا ہے۔'' یعنی یہ کتاب انھیں رشد و ہدایت اور راہ راست دکھاتی ہے اور انھیں علوم نافعہ کی تعلیم دیتی ہے جس سے ہدایت کامل حاصل ہوتی ہے۔ اس کتاب عظیم میں ان کے جسمانی اور روحانی امراض کی شفا ہے کیونکہ کتاب' برے اخلاق اور برے اعمال پر ان کی زجر و توبیخ کرتی ہے اور انھیں ایسی خالص توبہ پر آمادہ کرتی ہے جو گناہوں کو دھو کر قلوب کو شفا بخشتی ہے۔

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے'' قرآن پر ﴿ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ ﴾ ''ان کے

کانوں میں بوجھ ہے۔'' یعنی وہ اس کو سننے سے محروم اور اس سے روگردانی کا شکار ہیں۔ ﴿وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى﴾ ''یہ ان کے حق میں اندھا پن ہے'' جس کی وجہ سے انھیں رشد و ہدایت نظر آتی ہے نہ راہ راست ملتی ہے۔ یہ کتاب ان کی گمراہی میں اضافہ کرتی ہے کیونکہ جب یہ لوگ حق کو ٹھکرا دیتے ہیں تو ان کے اندھے پن میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ان پر ایک اور تہہ چڑھ جاتی ہے۔ ﴿اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ ''یہ وہ ہیں جنھیں دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' یعنی جنھیں ایمان کے لیے پکارا اور اس کی طرف بلایا جا رہا ہو اور وہ جواب نہ دے سکتے ہوں ایسے لوگ اس شخص کی مانند ہیں جسے بہت دور سے پکارا جا رہا ہو جسے پکارنے والے کی آواز سنتی ہو نہ وہ جواب دے سکتا ہو۔

مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جو قرآن پر ایمان نہیں لاتے وہ اس کی راہنمائی اور اس کی روشنی سے مستفید ہو سکتے ہیں نہ انھیں اس عظیم کتاب سے کوئی بھلائی حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ انھوں نے اپنے اعراض اور کفر کے سبب سے خود اپنے آپ پر ہدایت کے دروازے بند کر لیے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب، پس اختلاف کیا گیا اس میں، اور اگر نہ ہوتی ایک بات، جو پہلے سے (طے) ہو چکی تھی

مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ

آپکے رب کی طرف سے تو البتہ فیصلہ کر دیا جاتا درمیان انکے اور بیشک وہ البتہ شک میں ہیں اسکی طرف سے جو اضطراب میں ڈالنے والا ہے○ جس نے

عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

عمل کیا نیک، تو اسکے اپنے ہی لئے ہے اور جس نے برا کیا تو اسی پر ہے وبال (اسکا) اور نہیں ہے آپکا رب ظلم کرنیوالا بندوں پر○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو بھی کتاب عطا کی تھی'' جس طرح آپ کو کتاب عطا کی ہے۔ لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو آپ کے ساتھ کر رہے ہیں۔ پس لوگوں نے اس کتاب کے بارے میں اختلاف کیا۔ ان میں سے کچھ لوگ اس کتاب پر ایمان لے آئے، انھوں نے اس سے راہنمائی حاصل کی اور اس سے مستفید ہوئے اور کچھ لوگوں نے اس کتاب کی تکذیب کی اور اس سے مستفید نہ ہو سکے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے حلم اور سابقہ فیصلے کی بنا پر ان پر عذاب کو ایک مدت مقررہ تک مؤخر نہ کرتا، جس سے یہ عذاب آگے پیچھے نہیں ہو سکتا ﴿لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾ ''تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا'' جس سے اہل ایمان اور کفار کے درمیان فرق واضح ہو جاتا اور کافروں کو اسی حال میں ہلاک کر دیا جاتا کیونکہ ان کی ہلاکت کا سبب پورا ہو چکا تھا۔ ﴿وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾ ''اور یہ اس (قرآن) کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں۔'' شک نے ان کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے، جہاں وہ متزلزل ہو گئے ہیں، اس لیے انھوں نے اس کی تکذیب کی اور اس کا انکار کیا۔

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا﴾ ”جس نے نیک کام کیے۔“ عمل صالح سے مراد وہ عمل ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہو۔ ﴿فَلِنَفْسِهٖ﴾ تو دنیا و آخرت میں اس کا ثواب اور فائدہ اسی کے لیے ہے ﴿وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا﴾ ”جس نے برے کام کیے ان کا ضرر اسی کو ہوگا۔“ دنیا و آخرت میں اس کا نقصان اور عذاب بھی وہی بھگتے گا۔ اس آیت کریمہ میں فعل خیر اور ترک شر کی ترغیب دی گئی ہے، نیز اس میں ذکر کیا گیا ہے کہ اصحابِ اعمال اپنے نیک اعمال سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور برے اعمال سے ان کو ضرر پہنچتا ہے، نیز یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ”اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔“ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا کہ ان پر ان کی برائیوں سے بڑھ کر عذاب مسلط کر دے۔